

مواظب حکیم الامت اور  
دینی رسائل کی اشاعت کا مہینہ

لاہور  
پاکستان  
ماہنامہ  
الامداد  
مفہم

ذی القعدہ ۱۴۲۷ھ سلسلہ تبلیغ نمبر 147 دسمبر ۲۰۰۶ء

نسیان النفس  
ترک عمل

تالیفات حکیم الامت تھانوی

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ)

291- کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

فون: 5422206, 5422213 فیکس: 042-5433049

مواظف حكيم الامت اور ديني رسائل كي اشاعت كا امين

مدیر مسئول  
مشرف علي تھانوی

لاہور  
پاکستان

مدیر  
ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

# الامداد

جلد ۷ / ذی القعدہ ۱۴۲۷ھ / دسمبر ۲۰۰۶ء / شماره ۱۲

## نسیان النفس ترک عمل

از افادات: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ  
**تالیفات حکیم الامت تھانوی**  
عنوانات و حواشی: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

زر سالانہ = ۱۰۰ روپے

قیمت فی پرچہ = ۱۰ روپے

ناشر: مشرف علی تھانوی  
مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس  
۱۳/۲۰ رینی گن روڈ بلال گنج لاہور  
مقام اشاعت  
جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور پاکستان

پتہ دفتر  
۲۹۱ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور  
جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور  
الامداد  
فون نمبر ۵۲۲۲۱۳  
۵۲۲۲۰۶

وعظ

نسیان النفس

ترک عمل

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے ۵ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ کو یہ وعظ مسجد  
تھانہ بھون میں دو گھنٹے بیٹھ کر ارشاد فرمایا۔ جسے مولانا سعید احمد صاحب نے  
قلمبند فرمایا۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

وعظ

## نسیان النفس (ترکِ عمل)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله  
من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من  
يضلله فلا هادي له و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و نشهد ان  
سيدنا و مولانا محمدا عبده و رسوله صلى الله تعالى عليه و على اله  
واصحابه و بارك و سلم۔

اما بعد: فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم ط بسم الله الرحمن  
الرحيم ط قال الله تبارك و تعالى (اتأ مرون الناس بالبر و تنسون انفسكم

وانتم تتلون الكتاب افلا تعقلون) (۱)

### غلط فہمی کا ازالہ

یہ ایک آیت ہے جس میں ظاہر اہل علم کو خطاب اور ان کے ایک عمل پر ان کو  
عتاب (۲) کیا گیا ہے۔ یہ آیت اس معنی میں نہایت مشہور ہے اور اکثر لوگ اس سے  
یہی سمجھتے ہیں اور اس کا اثر یہ ہے کہ غیر اہل علم اپنے کو بوجہ فقدان علم (۳) اس سے بری  
سمجھتے ہیں۔ لیکن ذرا غور کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس امر (۴) پر باز پرس کی گئی ہے اور

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا علم کرتے ہو لوگوں کو نیک کاموں کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو اور تم تو پڑھتے ہو کتاب پھر کیوں نہیں سوچتے۔

البقرہ: ۴۴ (۲) ڈانٹ ڈپٹ کی گئی ہے (۳) عالم نہ ہونے کی وجہ سے (۴) جس بات پر گرفت کی گئی ہے۔

جو امر اس باز پرس کی بناء (۱) ہے اس میں عوام الناس بھی بدرجہ اولیٰ (۲) شریک ہیں۔ اس آیت میں اول سے آخر تک غور کرنے سے عوام اور علماء سب کے لئے اس آیت کا عام ہونا بخوبی واضح ہو جائے گا۔ اسی طرح قرآن کی دوسری وہ آیات بھی ہیں جن میں سے بعض میں بظاہر اہل علم کو خطاب معلوم ہوتا ہے جس کی بنا (۳) پر عوام الناس ان کے مضمون سے اپنے کو بالکل بری سمجھتے ہیں بلکہ بسا اوقات علماء کو کسی مضمون کی وجہ سے مورد عتاب (۴) دیکھ کر اپنا عالم نہ ہونا غنیمت سمجھتے ہیں اور اپنے جہل پر فخر کرتے ہیں اور بعض میں عوام الناس کو خطاب معلوم ہوتا ہے ان سے اہل علم اپنے کو بری سمجھتے ہیں لیکن یہ تقسیم اسی وقت تک ہے جب تک کہ سرسری اور ظاہری نظر کی جائے ورنہ غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ سب عام ہیں ہر جاہل و عالم اس کا مخاطب ہے لہذا نہ کسی کو ناز کا موقع ہے اور نہ اعتقاد براءت کی گنجائش (۵) ہے۔ اور چونکہ یہ آیت بھی احکام شرعیہ میں سے ایک حکم ہے اس لئے اس کا مضمون بھی سب کو عام ہے۔ یہ مجمل تعین ہے اس آیت کے مضمون کی۔

### مدلول آیت کا حاصل

اب مجھے اس آیت سے جو بیان کرنا مقصود ہے اس کو مجملاً بیان کرتا ہوں اور تفصیل اس کی ان شاء اللہ تعالیٰ پوری بیان میں ہوگی۔ لیکن اس کیلئے اول آیت کا ترجمہ کر دوں کہ آیت کا مدلول ظاہری معلوم ہو جائے۔ فرماتے ہیں کہ ”کیا تم دوسروں کو تونیک اور بھلی باتوں کی فرمائش کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو (یعنی یہ کیا

(۱) اور جو کام اس گرفت کی بنیاد ہے (۲) اس میں عوام بھی یقیناً شریک ہیں (۳) جس کی وجہ سے (۴) علماء پر عتاب ہوتا دیکھ کر (۵) اپنے کو بری الذمہ سمجھنے کی گنجائش ہے۔

لغو حالت ہے) حالانکہ تم کتاب اللہ پڑھتے ہو (اور اس میں یہ لکھا ہے کہ عمل قول کے مخالف ہونا مذموم (۱) ہے اور حکم خداوندی کے بالکل خلاف) کیا تم سمجھتے نہیں ہو کہ یہ مذموم ہے اور خدا کے نزدیک برا ہے۔ یہ حاصل ہے آیت کے مدلول ظاہری کا۔

### عوام کے شبہ کا ازالہ

اس آیت کے متعلق ایک شبہ تو اہل علم کو ہوا اس کو ان شاء اللہ تعالیٰ ضمناً بیان کر دیا جائے گا۔ اور ایک شبہ عوام الناس کو ہوا وہ یہ کہ انہوں نے صرف علماء ہی کو اس آیت کا مخاطب سمجھا اور اپنے کو بری سمجھا، اور سمجھا کہ صرف علماء پر ملامت ہے اور قرینہ اس شبہ کا یہ ہوا کہ عنوان ایسا اختیار کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخاطب وہ شخص ہے جو کہ دوسرے کو امر یا نصیحت کرتا ہے اور یہ منصب صرف علماء کا ہے لہذا علماء ہی اس آیت کے مخاطب بھی ہوں گے۔ یہ عوام الناس کا شبہ ہے، اور اثر اس شبہ کا یہ ہوا کہ اپنے کو اس خطاب سے بالکل پاک سمجھا اور یہ بہت بڑی خرابی ہے اس واسطے کہ یہ سمجھنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی مریض جو کہ مرض مزمن (۲) میں مبتلا ہوا اپنے کو اس مرض سے پاک سمجھنے لگے سو ظاہر ہے کہ ایسا مریض نہایت بد قسمت ہے اس کا مال (۳) نہایت برا ہے کیونکہ اگر یہ اپنے کو مریض سمجھتا تو اسکے معالجے (۴) اور ازالے کی فکر بھی کرتا، کسی طبیب سے رائے لیتا، اس کی تجویز پر عمل کرتا مضرات (۵) سے پرہیز کرتا۔ اور جبکہ وہ اپنے کو مریض ہی نہیں سمجھتا تو نہ کسی طبیب سے رجوع کرنے کو ضروری سمجھے گا نہ پرہیز کرے گا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمیشہ مرض میں ترقی ہوتی جائے گی۔ اور اس سے پھر

(۱) بُرا ہے (۲) تپ دق کے پرانے مرض میں مبتلا ہو (۳) انجام (۴) اس کا علاج کرنے اور اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتا (۵) نقصان دہ چیزوں سے۔

دوسرے امراض پیدا ہوں گے۔ ایک خرابی تو اپنے کو پاک سمجھنے کی یہ ہوئی۔

## عوام کی غلطی

دوسرے جب عوام نے سمجھا کہ علماء کو اپنے عمل نہ کرنے اور دوسروں کے نصیحت کرنے پر عتاب ہوا ہے تو انہوں نے اپنے عالم نہ ہونے کو غنیمت جانا بلکہ بسا اوقات اپنے جاہل رہنے پر فخر کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس سے تو جاہل ہی اچھے حالانکہ ہی نہایت لغو فخر ہے اس کی حقیقت ان شاء اللہ تعالیٰ آگے معلوم ہوگی۔

آجکل ہم لوگوں کی کچھ ایسی عجیب حالت ہے کہ ہم کو نہ نقائص (۱) کی خبر نہ فخر و مباہات کی اشیاء پر اطلاع، جس چیز پر جی چاہا فخر کرنے لگے۔ جس چیز میں جی چاہا عیب نکال دیئے۔ چنانچہ بعض لوگوں کو ضبط ہوتا ہے کہ وہ اپنے غریب اور مفلوک الحال ہونے پر فخر کیا کرتے ہیں اور امارت میں عیب نکالا کرتے ہیں، بھلا امیر آدمی اگر فخر کرے تو ایک حد تک بجا بھی ہے کیونکہ اس کے پاس سامان فخر موجود ہے غریب آدمی نہ جس کے کھانے کو ٹکڑا نہ پہننے کو لنگوٹا وہ کس چیز پر فخر کرے اور پھر لطف یہ کہ یہ فخر تو لانا ہی نہیں بلکہ عمل میں بھی اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے چنانچہ جب کبھی موقع تقریب وغیرہ کا ہوتا ہے تو ہم نے ان غرباء ہی کو زیادہ اٹیٹھتے ہوئے دیکھا ہے ان ہی کو سب سے زیادہ نخرے اور ناز سو جھتے ہیں اور اس کی یہ بھی وجہ ہوتی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں ایسا نہ کروں گا تو لوگ مجھے ذلیل سمجھیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ یہ شخص ہماری دعوت کا منتظر بیٹھا تھا۔ اسی طرح ان غرباء کا ایک اور مقولہ بھی مشہور ہے کہتے ہیں کہ میاں کوئی مال میں مست ہے کوئی کھال میں مست ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کھال میں مست (۱) نہ عیوب کا پتہ نہ باتوں کی خبر ہے کہ کس بات پر فخر کیا جائے کس پر نہیں۔

ہونے کے کیا معنی ہیں؟ لیکن خیر انہوں نے اتنا تو اقرار کیا کہ ہم میں عقل نہیں کیونکہ اپنے کو مست کہا اور مستی عقل کے خلاف ہوتی ہے اور اگر عقل ہوتی تو ایسی حرکت ہی کیوں کرتے۔

## اللہ کو تین آدمیوں سے بغض ہے

حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو تین آدمیوں سے سخت بغض ہے۔ ایک وہ شخص کہ بادشاہ ہو کر جھوٹ بولے کیونکہ جھوٹ بولنے کی مصلحت یہ ہوتی ہے کہ جو بات سچ بولنے میں حاصل نہ ہو سکے اس کو اس ذریعہ سے حاصل کیا جائے اور یہ ضرورت اس شخص کو پیش آسکتی ہے جس کے مزاحم (۱) کوئی ایسی قوت موجود ہو جو کہ اس کے اور مقصود کے درمیان حائل ہو جائے اور ظاہر ہے کہ بادشاہ کو کوئی ایسا مزاحم پیش نہیں آیا لہذا اس کا جھوٹ بولنا خبث باطن (۲) کی کھلی دلیل ہے۔ دوسرے وہ شخص کہ بڈھا ہو اور پھر زنا کرے کیونکہ زنا اول تو حرام ہے دوسرے بڈھے آدمی میں کوئی ایسا جوش بھی نہیں جس کی بنا پر کسی مرتبے میں اس کو معذور رکھا جاسکے اس لئے اس کا یہ فعل بھی اس کے خبث باطن کی دلیل ہے۔ تیسرے وہ شخص جو کہ غریب ہو اور تکبر کرے گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے شخص تیرے پاس کیا چیز ہے کہ جس پر تو تکبر کرتا ہے؟ تو ایسے ہی جاہل کا فخر بھی بہت ہی بُرا ہے۔

## جہل قابل فخر نہیں

بالخصوص جبکہ جہل پر فخر ہو یعنی جاہل آدمی کا دوسری اشیاء پر فخر کرنا بھی زیبا

(۱) مقابل (۲) باطنی گندگی۔



نہیں لیکن صفت جہل پر فخر کرنا بہت ہی نازیبا ہے کیونکہ علم انسان کیلئے حیات ہے اور جہل موت اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ اکثر امراء جو روپیہ پیسے پر فخر کرتے ہیں یہ بھی حقیقت ناشناسی کے سبب سے ہے۔ کیونکہ جب ان میں علم نہیں تو گویا فخر کی کوئی بات نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

الناس من جهة التمثال اكفاء  
ابوہم آدم والام حواء

ما الفخر الا لاهل العلم انہم  
علی الہدی لمن استہدی ادلاء  
(لوگ شکل و صورت میں تو سب ایک جیسے ہیں باپ ان کے حضرت آدم علیہ السلام  
ہیں اور ماں حضرت حوا علیہا السلام ہیں پھر ایک دوسرے پر فخر کیسا، سوائے اہل علم کے  
کیونکہ وہ اہل ہدایت ہوتے ہیں اور طالب حق کی رہنمائی کرتے ہیں)

دنیا پر فخر کرنے والوں کی نادانی بیان کرتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ حسب و نسب  
کوئی فخر کی چیز نہیں کیونکہ تمام لوگ ایک آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کی اولاد ہیں  
اور اسی کے حکم میں ہے مال پر فخر کرنا کیونکہ آگے جو علت مذکور ہے مشترک ہے آگے  
کہتے ہیں کہ البتہ فخر اگر کریں تو علماء کر سکتے ہیں کیونکہ وہ خود راہ راست پر ہیں اور  
دوسرے کیلئے دلیل راہ بنتے ہیں۔

کثرت مال پر فخر کرنا حماقت ہے

اور مال کو تو اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اس کا نہ ہونا موجب فخر ہو سکتا ہے

کیونکہ مال کی حالت سانپ کی سی ہے کہ اس کا ظاہر نہایت دلکش و نفرب چکنا چمکدار لیکن اسکے باطن میں مہلک زہر بھرا پڑا ہے۔ اسی طرح مال اگرچہ ظاہر میں آسائش و آرائش و راحت و آرام کا سبب ہے لیکن اس کا باطن تمام خرابیوں اور مصیبتوں کی جڑ ہے تو مال پر فخر کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی اس پر فخر کرنے لگے کہ میرے تمام جسم کو سانپ لپٹے ہوئے ہیں اگر کوئی اس پر فخر کرے تو ظاہر ہے کہ سب عقلاء اس کو احمق بتائیں گے اسی طرح مال پر فخر کرنے والے کو بھی احمق سمجھنا چاہئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

رضینا قسمة الجبار فینا

لنا علم و للاء عداء مال

فان المال یفنی عن قریب

وان العلم باق لا یزال

(اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم سے ہمیں بہت خوشی ہے کہ انہوں نے ہمیں علم دیا اور دشمنوں کو مال، اس لئے کہ مال بہت جلد فنا ہو جائے گا اور علم ہمیشہ باقی رہے گا) یعنی مال تو فنا ہو جائے گا اور علم ہمیشہ باقی رہے گا۔

مال کی بے وفائی

صاحبو! مال وہ چیز ہے کہ اکثر تو حالت ہی میں جاتا رہتا ہے ورنہ مرض الموت میں تو اس کا جاتا رہنا بالکل ہی یقینی ہے کیونکہ شریعت مطہرہ کا قانون ہے کہ مرض الموت میں دو تہائی مال سے مالک کا حق جاتا رہتا ہے اور وارثین کا حق اس

کے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص مرض الموت میں وصیت کرے یا اپنا مال کسی کو ہبہ کرنا چاہے تو وہ ایک ٹکٹ میں جاری ہوتا ہے مثلاً اگر کسی شخص کے پاس تین ہزار روپے ہو اور وہ ان تین ہزار کی وصیت کرے یا دو ہزار کی وصیت کرے تو یہ صرف ایک ہزار میں جاری ہوگی۔ بقیہ دو ہزار ورثاء کو دیا جائے گا اور یہ ایک تہائی بھی اس کے آنسو پوچھنے کیلئے اس کو دے دیئے جائیں گے۔ ورنہ وارثین کا حق کل مال کے متعلق ہو جاتا ہے چنانچہ اگر وصیت نہ کرے تو یہ ٹکٹ بھی وارثین کو ہی مل جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مال جس کو ہم اپنا سمجھ رہے ہیں واقع میں ہمارا نہیں بلکہ بسا اوقات ایسوں کو پہنچ جاتا ہے کہ جن کو دینا گوارا بھی نہیں ہوتا نیز اس تہائی پر جو کچھ اختیار رہتا ہے وہ مرنے کے قبل تک رہتا ہے اور مرنے کے بعد تو کچھ بھی اختیار نہیں رہتا۔ یعنی اگر کوئی کفن بھی نہ دے تو یہ کچھ نہیں کر سکتا۔ لہذا معلوم ہوا کہ مال بہت جلد جدا ہونے والا ہے حتیٰ کہ قبر تک بھی ساتھ نہیں دیتا۔ کیونکہ قبر میں صرف ایک کفن جاتا ہے مگر کفن سے مردے کو کیا فائدہ۔ غرض نہ قبر میں گیا نہ حشر میں گیا اس لئے کہ وہاں یہ حالت ہوگی کہ (لقد جئتمونا فرادی کما خلقنکم اول مرة) یعنی قیامت کے دن خدا تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم ہمارے پاس بالکل تنہا آئے ہو کہ کوئی چیز تمہارے ساتھ نہیں ہے بالکل ایسے جیسا ہم نے تم کو اول مرتبہ پیدا کیا تھا۔ یعنی یکہ و تنہا۔

### اخلاص سے فی سبیل اللہ خرچ کا فائدہ

ہاں اگر زندگی میں کچھ فی سبیل اللہ دے دیا ہے تو وہ جائے گا لیکن اس کا جانا کچھ مال ہونے پر موقوف نہیں ہے کیونکہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے خود مال تو جاتا

نہیں بلکہ ثواب جاتا ہے جو کہ حشر میں کام آئے گا اور ثواب کا حصول مال پر موقوف نہیں بلکہ اس کا مدار نیت پر ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص لاکھوں روپیہ فی سبیل اللہ خرچ کرے اور نیت درست نہ ہو تو اس کو کچھ بھی ثواب نہیں ملے گا۔ اور اگر ایک پیسہ بھی پاس نہ ہو اور یہ نیت ہو کہ اگر خدا تعالیٰ ہم کو دیں تو ہم خوب نیک کاموں میں صرف کریں تو ثواب کامل مل جائے گا۔

### علماء کا اطمینان

برخلاف علم کے جس کے ساتھ ہو وہ دنیا بھر سے مستغنی ہے اس کو نہ رفیق کی ضرورت نہ مونس کی ضرورت وہ ہر وقت خوش اور مطمئن ہے بلکہ اس کی خوشی اور اطمینان کی یہ حالت ہے کہ کسی بادشاہ کو بھی وہ خوشی اور اطمینان حاصل نہیں بادشاہ کو سب سے اول اپنے مصاحبوں ہی سے خطرہ ہوتا ہے۔ کہ یہ مجھے زہر نہ دے دیں، مار نہ ڈالیں، ایسے متعدد واقعات ہیں کہ خود بادشاہ کے حرم سرانے اس کو زہر دیا اور عالم کے اطمینان کی یہ حالت ہے کہ تن تنہا جنگل میں ہے مگر محفوظ، بادشاہ سے زیادہ اطمینان میں ہے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ علم کے ثمرات اس سے بھی کہیں زیادہ ہیں ہاں جن لوگوں کو علم نہیں ہے ان کو تعجب ہو تو تعجب نہیں۔ مگر علم سے مراد یہ نہیں کہ قال در اصل قول (۱) بود جانتا ہو بلکہ علم ایک نور ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتے ہیں "وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس" (ہم نے علم کو ایک نور بنایا ہے جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں) اور اس نور کے ہوتے ہوئے قلب کی یہ حالت ہوتی ہے کہ

(۱) علم سے مراد صرغی نحوی تحقیق کا جاننا ہی نہیں ہے کہ یہ جاننا ہو کہ لفظ قال، قول سے بنا ہے

موحد چہ برپای ریزی زرش      چہ فولاد ہندی نہی برسرش

امید و ہراسش نباشد زکس      ہمیں ست بنیاد تو حید و بس

(موحد کے پیر پر خواہ تم سونا بکھیر دو یا اس کے سر پر ہندی تلواریں رکھ دو وہ نہ کسی سے خوف

کھاتا ہے اور نہ کسی سے امید وابستہ کرتا ہے اور تو حید کی بنیاد بھی یہی ہے)

اگر چاروں طرف سے اسکو تلواریں میں گھیر لیا جائے تب بھی اس کے دل پر

ہراس نہیں ہوتا۔

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اطمینان

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے دوپہر کے وقت

ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے کیلئے اترے۔ اتفاق سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین میں سے بھی کوئی اس وقت قریب نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار درخت

میں لٹکادی اور درخت کے نیچے سو گئے اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دشمن کو خبر

ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا فلاں درخت کے نیچے سو رہے ہیں۔ اس نے اس موقع کو

غنیمت سمجھا اور فوراً وہاں آیا آ کر دیکھا تو واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا سو رہے تھے۔ اور

تلوار بھی درخت میں لٹک رہی تھی اس نے اول دبے پاؤں آ کر تلوار پر قبضہ کیا۔ اس کے

بعد اس نے نہایت آہستگی سے نیام سے نکالا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کھڑا ہوا۔

جب بالکل تیار ہو گیا تو آپ کو بیدار کیا اور پوچھا من یعصمک منی۔ اس وقت آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے آپ نے اس کی یہ ہیئت دیکھ کر اپنی جگہ سے جنبش بھی

نہیں فرمائی اور اس کے سوال کے جواب میں نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ اللہ یعنی مجھے

اللہ بچائے گا۔ بھلا کوئی ایسا کر تو دکھلاوے۔ بدون خدا کے تعلق کے کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔ تو

علم اس کا نام ہے۔ ورنہ نرے الفاظ تو شیطان بھی خوب جانتا ہے۔ اس ارشاد کا اثر یہ ہوا کہ وہ لرز نے لگا اور تلوار چھوٹ کر زمین پر گر گئی آپ نے فوراً لپک کر تلوار اٹھالی اور فرمایا کہ اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کو دیکھ کر نہایت گھبرایا اور کہنے لگا کہ مجھے آپ ہی بچائیں گے آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کرم فرمایا اور اس کی گستاخی کو معاف فرما کر اس کو چھوڑ دیا۔ تو یہ ہے علم اور اس کا اثر جس کو کہتے ہیں کہ

موحد چہ برپائے ریزی زرش      چہ فولاد ہندی نہی برسرش  
امید و ہر اسش نباشد زکس      ہمیں ست بنیاد توحید و بس (۱)

## کمال معرفت

اور راز اس کا یہ ہے کہ علم کامل سے معرفت کامل ہوتی ہے وہ جانتا ہے کہ ”عسی ان تکرہوا شیئا و هو خیر لکم“ (۲) (بسا اوقات ایک چیز ظاہر ابری معلوم ہوتی ہے لیکن فی نفسہ وہ اچھی ہوتی ہے) اس لئے گھبراتا نہیں اور سمجھتا ہے کہ یہ میرے لئے علاج اور کفارہ سینات (۳) ہو رہا ہے نیز اس میں یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم خدا کے ہیں اپنے نہیں ان کو اختیار ہے کہ جس حالت کو ہمارے لئے مناسب سمجھیں اس میں ہمیں رکھیں چنانچہ اسی کو مصیبت کے موقع پر فرماتے ہیں۔

”و بشر الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا ان الله وانا اليه راجعون۔“ (۴) (آپ ان صابر لوگوں کو جو مصیبت پڑنے پر کہتے ہیں کہ اللہ ہی کا ہوں اور مجھے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے خوشخبری دے دیجئے۔)

(۱) موحد کے پیر پر خواہ تم سونا بکھیر دو یا اس کے سر پر ہندی تلوار رکھ دو وہ نہ کسی سے خوف کھاتا ہے اور نہ کسی سے امید وابستہ کرتا ہے اور توحید کی بنیاد بھی یہی ہے (۲) البقرہ۔ ۲۱۶ (۳) گناہوں کا کفارہ (۴) البقرہ ۱۵۶۔

## سورۃ یس اور انا للہ پڑھنے کے مواقع

مگر افسوس ہے کہ ہم لوگوں نے اب اس آیت کو موت ہی کے موقع کے لئے خاص کر لیا ہے۔ ایک بڑھیا کا واقعہ ہے کہ اسکا بچہ اکثر مصیبت کے موقع پر ”انا للہ“ پڑھ دیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ بڑھیا کہنے لگی کہ بچے خیر مانگ کس کو مارنے کا ارادہ ہے؟ اسی طرح سورۃ یسین کہ اس کو مصیبت کے آسان کرنے کیلئے پڑھا جاتا ہے لیکن اب عام طور سے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ سورۃ یسین صرف نزع کے وقت پڑھنی چاہئے۔ چنانچہ آج دیکھ لیجئے کہ اگر کوئی شخص کسی مریض کی عیادت کو جائے اور اس کی تکلیف کو دیکھ کر سورۃ یسین پڑھنے لگے تو اس پر کیسی ملامت (۱) اور لعنت ہوتی ہے حالانکہ نزع کے وقت بھی سورۃ یسین کو اس واسطے پڑھا جاتا ہے کہ اس کی برکت سے مشکل آسان ہو اگر حیات ہے تو اچھا ہو جائے اور اگر موت آگئی ہے تو اس کی برکت سے آسانی سے خاتمہ ہو جائے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ شب کے وقت گھر میں چراغ گل ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے لگیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی کوئی مصیبت ہے یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم تھا کہ ”انا للہ“ مصیبت کے وقت پڑھا جاتا ہے لیکن ان کو اس واقعہ کے مصیبت ہونے میں تاثر (۲) تھا۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ واقعہ ایک معمولی سی بات تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بات مومن کو ناگوار ہو وہ مصیبت ہے اور چراغ کے گل ہونے سے جبکہ قصد (۳) نہ ہونا گواری ہوتی ہے لہذا یہ بھی مصیبت ہوتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) کیسا بڑا بھلا کہا جاتا ہے (۲) تردد تھا (۳) جبکہ اس کو بھانے کا ارادہ نہ ہو۔

کے ارشاد سے معلوم ہوا ہوگا کہ خدا نے اپنے بندوں کو ثواب عطا فرمانے کے کیسے معمولی معمولی طریقے رکھے ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔

رحمت حق بہانہ می جود

(اللہ تعالیٰ کی رحمت ایک بہانہ ڈھونڈتی ہے)

”انا للہ“ پڑھنے کا فائدہ

اور اس سے بڑھ کر لیجئے حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی کوئی چیز جیب میں رکھ کر بھول جائے اور ادھر ادھر اس کو تلاش کرے تو اس تلاش کرنے میں جو پریشانی اس کو ہوگی خدا تعالیٰ اس پر بھی ثواب عطا فرمائیں گے۔ اور کفارہ سینات فرمائیں گے۔ بالکل ایسی حالت ہے کہ جیسے ہمارا چہیتا بچہ ہو کہ اس کے چلنے، پھرنے، اٹھنے، بیٹھنے، حتیٰ کہ گرنے پڑنے پر بھی ہم کو پیارا آتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ بھی ہم کو ہر ہر فعل پر ثواب عطا فرماتے ہیں۔ سالم یکن معصیة و عنادا۔ (جبکہ وہ کسی گناہ اور دشمنی کی بناء پر نہ ہو) تو ”انا للہ“ جو سکھلایا گیا ہے اس لئے کہ اس کے ذریعے سے تخفیف حزن ہو کیونکہ جب اس پڑھے گا تو اس مضمون کی یاد تازہ ہوگی کہ ہم خدا کی ملک ہیں وہ ہمارے مالک ہیں اور مالک کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنے مملوک میں جو چاہے تصرف کرے لہذا خدا تعالیٰ کو بھی اختیار ہے کہ ہم میں جو چاہے تصرف کریں اور اس کا مخفف حزن (۱) ہونا ظاہر ہے دوسرے اس خیال کے تازہ ہونے سے خدا تعالیٰ سے محبت بڑھتی ہے اور محبت کا خاصہ ہے کہ اس کی بدولت سخت سے سخت مصیبت بھی ہلکی ہو جاتی ہے۔

(۱) اس کے پڑھنے سے غم میں کمی ہونا ظاہر ہے۔



## از محبت تلخیاں شیریں بود

(محبت کے سبب تلخیاں شیریں ہو جایا کرتی ہیں)

دیکھئے جن لوگوں کو مردوں (۱) یا بازاری عورتوں سے تعلق ہو جاتا ہے وہ ان کی پیچھے کیا کیا مصیبتیں برداشت کرتے ہیں حتیٰ کہ اگر وہ جوتیاں بھی مارے تو ان میں لطف آتا ہے اور فخر کرتا ہے مشہور ہے کہ ایک شخص بیوی پر توجہ نہ کرتا اور کسی بازاری عورت سے تعلق پیدا کر لیا تھا بیوی کو یہ خیال ہوا کہ شاید وہ بازاری مجھ سے زیادہ حسین ہو لیکن تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ بالکل کالی بھنگ ہے سخت تعجب ہوا اور اب وہ اس فکر میں لگی کہ آخر اس میلان کا سبب کیا ہے چھان بین سے معلوم ہوا کہ جب یہ شخص اس کے پاس جاتا ہے تو دور ہی سے دیکھ کر اس کو برا بھلا کہنا شروع کرتی ہے اور خوب جوتیوں سے خبر لیتی ہے۔ کہنے لگی کہ کیا مشکل کام ہے؟ آج سے میں بھی یہی وتیرہ اختیار کروں گی چنانچہ جب شوہر آیا تو اس نے دروازے ہی سے اس کی خبر لینی شروع کی اور خوب جوتیوں سے پٹا کہنے لگا کہ بس اب میں کہیں نہیں جاؤں گا آج تک تجھ میں یہی کسرتھی سواب وہ پوری ہو گئی۔

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ محبت میں اگر محبوب کی طرف سے کوئی مصیبت بھی آئے تو وہ موجب فرح ہوا کرتی ہے۔ حالانکہ یہ محبت مجازی کیا ہوتی ہے اس محبت کی حقیقت یہ ہے کہ

عشقہائے کز پئے رنگے بود      عشق نبود عاقبت ننگے بود

(وہ عشق جو فقط اچھے رنگ اور خوبصورتی کے باعث ہو وہ عشق نہیں ہوتا بلکہ آخرت کی بربادی

ہوتی ہے)

البتہ خدا تعالیٰ سے جو محبت ہو وہ قابل اعتبار ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ۔

عشق با مردہ نباشد پائدار      عشق را با حی و باقیوم دار

(مرنے والوں کے ساتھ عشق پائدار نہیں ہو سکتا عشق صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدا

کرو جس کی صفت زندہ اور باقی رہنے والا ہے)

مصیبت کی حقیقت

تیسرے اس معرفت سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ کو ہم سے محبت ہے اور کوئی محبت محبوب کو تکلیف نہیں دیا کرتا لہذا ہم پر جو ظاہر آئی ہے یہ ایسی ہی ہے جیسے کہ ماں باپ کسی بچے کے دنبل (۱) میں جس نے اس کو بچہ تکلیف دے رکھی ہے یا آئندہ تکلیف پہنچانے کا اندیشہ ہونشتر (۲) لگواتے ہیں کہ وہ ظاہر آتو تکلیف ہوتی ہے لیکن واقع میں کامل راحت کا سامان ہوتا ہے اس تکلیف کی وہ حالت ہوتی ہے کہ۔

طفل می لرزہ ز نیش احتجام      مادر مشفق از اں غم شاد کام

کہ بچہ تو ڈرتا ہے لرزتا ہے اور ماں خوش ہو رہی ہے حتیٰ کہ نشتر لگانے والے کو انعام دیتے ہیں سوا اگر کوئی اجنبی تعجب کرنے لگے اور کہے کہ یہ انعام کس بات کا دیا ہے اس شخص نے تو تکلیف پہنچائی ہے تو اس کو تو سزا دینی چاہئے تو ماں باپ کہیں گے کہ احمق یہ تکلیف نہیں یہ عین راحت ہے کیونکہ یہی تکلیف ہے جس کی بدولت لڑکے کی زندگی کی امید ہو گئی ورنہ یہ دنبل بڑھتا اور اس کا زہریلا مادہ تمام جسم میں

(۱) پھوڑے پھنسی میں (۲) چیرا لگواتے ہیں کہ فاسد مادہ نکل جائے۔

سرائیت کر جاتا اور لڑکا ہلاک ہو جاتا۔ تو جب ماں باپ کا نشتر لگوانا اور اس کی تکلیف دینا بوجہ ذریعہ راحت ہونیکے ناگوار نہیں ہے تو خدا تعالیٰ کو تو ماں باپ سے بدرجہا زیادہ محبت اپنے بندوں سے ہے پھر اگر وہ فقر و فاقہ ڈال دیں یا کسی اور مصیبت میں گرفتار کر دیں تو اس کو نشتر کے قائم مقام کیوں نہیں سمجھا جاتا؟ تو علم سے یہ فائدے ہیں جو کہ مال سے نہیں ہو سکتے اور یہ فائدے تو دنیا میں ہوتے ہیں۔

### تحصیل علم کا عظیم فائدہ

اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایمان پر خاتمہ ہو اور یہ علم کی بدولت ہوتا ہے جاہل آدمی کا خاتمہ اکثر خراب ہوتا ہے لیکن جاہل سے مراد وہ ہے کہ نہ تو خود پڑھے اور نہ اہل علم سے ملے نہ کسی سے پوچھے تو ایسے شخص کے ایمان کا بھروسہ نہیں۔ کیونکہ جب یہ شخص مرتا ہے تو شیطان اس کو یہ سمجھاتا ہے کہ تو اس وقت اپنی سب پیاری چیزوں سے چھوٹ رہا ہے اور خدا تعالیٰ تم کو ان چیزوں سے چھڑا رہے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ سے بغض (۱) ہو جاتا ہے اور کفر پر خاتمہ ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے اگر علم ہو تو اس قسم کے اندیشے (۲) نہیں رہتے لیکن عالم سے خاص وہی مراد نہیں جو عربی ہی پڑھا ہو بلکہ یا پڑھا ہو یا علماء کی صحبت میں بیٹھ کر حاصل کر لیا ہو یا علماء سے پوچھ پوچھ کر قدر ضروری معلوم کر لیا ہو۔ غرض علم ایسی نعمت ہے مگر آج کل دنیا کو ایسا مقصود بنا رکھا ہے کہ بہت لوگ علماء کو ترقی کا مانع سمجھتے ہیں۔ اور ان کو بے وقوف سمجھتے ہیں اور نمازیں بھی ان کی اکثر کسی وبا (۳) کی وجہ سے ہوتی ہیں اور اگر وبا کی وجہ سے نہ بھی ہوں تب

(۱) خدا کو اپنا دشمن سمجھنے لگتا ہے (۲) خطرات نہیں رہتے (۳) اکثر جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تب ہی نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔

بھی چونکہ دل میں رچی (۱) ہوئی نہیں ہوتی اس لئے وہ کچھ بھی مفید نہیں ہوتی۔

## ذکر ظاہری کی حقیقت

ان کے پڑھنے کی بالکل وہ حالت ہوتی ہے جیسے کہ کسی نے ایک طوطے کو  
التم تر کیف تک یاد کرا دیا تھا کہ وہ بے تکلف اس کو پڑھتا چلا جاتا تھا لیکن اگر اس  
پر بلی گرتی تو کیا اس وقت بھی اس کو کوئی سورۃ یاد رہ سکتی تھی کبھی نہیں۔ اس لئے کہ اس  
کے دل میں کچھ بھی نہ تھا۔ کسی ظریف نے ایک طوطے کے مرنے کی تاریخ لکھی ہے  
اگرچہ اس نے بھی محض تمسخر کی بناء پر لکھی ہے لیکن بات نہایت گہری اور کام کی ہے۔  
۱۲۳۰ھ میں کسی طوطے کا حادثہ ہوا تھا اس وقت یہ تاریخ لکھی گئی ہے لکھا ہے

میاں مٹھو جو ذاکر حق تھے رات دن ذکر حق رٹا کرتے

گر بہ موت نے جو آدایا مضطرب ہو کے اور گھبرا کے

چونچ میں لیکے پانی کی کلبیا کچھ نہ بولے سوائے ٹٹے ٹٹے

ٹ کے عدوت کی برابر ہیں (۲) تو تین ٹ کے عدد ۱۲ سو ہوئے اور تین ی  
کے عدد ۳۰ کل ۱۲۳۰ ہوئے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ چونکہ طوطے کے محض زبان پر ذکر  
حق تھا اور دل میں اس کا کچھ اثر نہ تھا اس لئے اس مصیبت کے وقت کچھ بھی یاد نہ آیا  
اور ٹاں ٹاں کر کے خاتمہ ہو گیا۔

یاد رکھو! اگر محبت دین کی دل میں نہیں تو یہ سب لفافہ ہے کہ اوپر سے نہایت  
مکلف اور خوشنما لیکن اندر سے بالکل سادہ مشہور ہے کہ ایک میراثی کسی کے پاس لفافہ  
لے کر آیا دیکھا کہ اوپر سے بالکل سادہ ہے سبب پوچھا تو کہنے لگا کہ حضور نہایت جلدی

(۱) دل سے نہیں پڑھتے (۲) ت کے عدد ۴۰ ہیں اس لئے ٹ کے بھی ۴۰۰ ہوئے اور ی کے عدد ۱۰ ہیں۔

میں خط دیا ہے لکھنے کا موقع نہیں تھا۔ مکتوب الیہ کو خیال ہوا کہ اندر مضمون ہوگا کھول کر دیکھا تو خط بھی بالکل سادہ۔ پوچھا! کہ بھائی اس کا کیا سبب؟ کہنے لگا حضور میں عرض کر چکا ہوں کہ بہت ہی جلدی میں خط دیا ہے لکھنے کی مہلت ہی نہیں ملی۔ ہم لوگوں میں اکثر کی تو بعینہ یہی حالت ہے کہ اندر باہر دونوں جانب سے محض کورے اور جو لوگ کچھ ہیں بھی تو محض ظاہر ہی مکلف ہے اندر خاک بھی نہیں۔ حالانکہ ضرورت اس کی ہے کہ چاہے لفافہ باہر سے زیادہ مکلف نہ ہو لیکن اندر مضمون سے پر ہو۔

علم حقیقی

اسی طرح ہم اگر بہت سی نقلیں نہ پڑھیں، بہت ذکر و مشغل نہ کریں، صوفیہ کی صورت نہ بنائیں، تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن دل محبت الہی سے بھرا ہوا ہونا چاہئے۔ اور علم حقیقی یہی ہے جس سے دولت محبت دل میں ہو اسی علم کو حضرت علیؑ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ۔

رضینا قسمة الجبار فینا  
لنا علم وللجهال مال

(ہم اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم سے راضی اور بہت خوش ہیں جو ہمارے اندر جاری فرمائی کہ ہمیں علم دیا اور جاہلوں کو مال) تو فخر کی چیز اگر ہو سکتی ہے تو یہ علم ہو سکتا ہے نہ کہ جہل۔

عالم بے عمل بھی جاہل سے بہتر ہے

مگر آج وہ حالت ہے کہ جہل پر بھی فخر کیا جاتا ہے کوئی ان سے پوچھے کہ بھائی تم کسی طرح اچھے اور قابل فخر ہو گئے بلکہ عالم اگر بد عمل بھی ہے تو وہ تم سے بدرجہا اچھا ہے۔ کیونکہ وہ مریض ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کو نسخہ بھی معلوم ہے۔ جب

ذرا توجہ کرے گا علاج کر لے گا اور تم سر اپا مرض ہو لیکن نہ مرض کی خبر نہ نسخہ پر اطلاع۔  
 غرض کسی حال میں جہل کوئی فخر کی چیز نہیں۔ مگر بعضے جہال اس بناء پر فخر کرتے ہیں کہ  
 اہل علم کے متعلق وعیدوں سے بری ہیں حالانکہ اول تو اہل علم کے متعلق جو وعیدیں ہیں  
 ان میں علم سے خاص اصطلاحی مولویت ہی نہیں بلکہ مطلقاً جاننا مراد ہے سو ایسا علم تھوڑا  
 بہت ہر شخص کو ہوتا ہے دوسرے اگر علم نہ بھی ہو تب بھی الزام سے بری نہیں ہو سکتے۔  
 کیونکہ علم نہ ہونے کا الزام اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ علم عمل کا موقوف علیہ (۱) ہے  
 اور موقوف علیہ زیادہ مہتمم بالشان اور باعتبار اہتمام کے زیادہ افضل ہوا کرتا ہے۔

## ایک اہم مرض

اب میں اس کو بیان کرتا ہوں کہ آیت کے خطاب سے جہلاء کیوں پاک  
 نہیں ہو سکتے اور اس کے سمجھنے کے لئے الزام کی حقیقت پر غور کرنیکی ضرورت ہے جس  
 کو میں اس آیت سے استنباط کرتا ہوں لیکن یہ استنباط قیاس و ظن نہیں ہے بلکہ دلالت  
 النص سے ثابت ہوتا ہے۔ جو کہ قیاس قطعی (۲) ہے۔ حاصل اس الزام کا جو کہ آیت میں  
 مقصود ہے اور جو کہ عالم جاہل سب میں پایا جاتا ہے اور جو کہ نہایت زہریلا مرض ہے،  
 یہ ہے کہ ہم اپنے عیوب کو نہیں دیکھتے بلکہ دوسرے کے عیبوں کو دیکھا کرتے ہیں ہم  
 شب و روز دوسروں کا تذکرہ کرتے ہیں ان کے عیب نکالتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ

(۱) عمل کرنا علم پر موقوف ہے (۲) یہ اصول فقہ کی ایک اصطلاح ہے کہ شریعت کے احکام قرآن و سنت سے ثابت  
 ہوتے ہیں جن کو نص کہتے ہیں۔ کبھی تو قرآن و سنت کے صریح معنی سے وہ حکم نکلتا ہے اور کبھی دلاتا یا اشارۃً وہ حکم  
 معلوم ہوتا ہے اس کو قیاس قطعی کہتے ہیں جو کہ حجت ہے۔

ہم میں کیا کیا عیوب موجود ہیں؟ اور یہ عیوب دوسروں کے عیوب سے بڑھ کر ہیں یا نہیں۔ کیونکہ امر کرنا لوگوں کو نیک کام کا موقوف اس پر ہے کہ دوسروں کی کوتاہیوں پر نظر ہو پھر اس کے ساتھ نسیانِ نفس (۱) کو ملا کر دیکھا جائے تو حاصل یہ نکلے گا کہ تم دوسروں کے عیوب کو تو دیکھتے ہو اور اپنے عیوب کو نہیں دیکھتے۔ یہ مرض ایسا رچا ہے کہ اکثر مواقع پر اس کا زبان سے بھی اظہار ہوتا ہے۔

### وبائی امراض کا سبب اصلی

چنانچہ جب کبھی امراض وبائی پھیلتے ہیں تو اکثر کو تو اس کا احساس بھی نہیں کہ ان مصائب میں معاصی کا کچھ دخل ہے بلکہ اس کو ہوا کے فساد کی طرف منسوب کرتے ہیں ان کا تو ذہن بھی یہاں تک نہیں پہنچتا کہ گناہوں کو بھی اس میں کوئی دخل ہے۔ حالانکہ یہ ان کی سخت غلطی ہے ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ آخر ہوا میں فساد کیوں آیا؟ اگر کہا جائے کہ شدتِ گرمی یا سردی کے سبب ایسا ہوا تو میں کہوں گا کہ گرمی یا سردی میں اس قدر شدت کیوں ہوئی لیکن یہ خطاب جس کا انتہا آگے خدا کی مشیت پر ہوگا مسلمانوں ہی سے ہے ملحدین سے نہیں اگرچہ ہمارے پاس جواب ان کے اعتراضات کے موجود ہیں اللہ کا شکر ہے کہ ہم ان کے جواب دینے سے بھی عاجز نہیں مگر یہ اس کا موقع نہیں۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں راز افتد

ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست (۲)

(۱) نفس کی بھول (۲) راز سے پردہ اٹھانے میں مصلحت نہیں ہے ورنہ رندوں کی مجلس میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی ان کو خبر نہیں۔

غرض مسلمان عوام الناس جس چیز کو بھی سبب بتلائیں گے ہم اسی کی بابت پوچھیں گے کہ آخر یہ کیوں ہوا کسی حد پر پہنچ کر ان کو یہ ضرور کہنا پڑیگا کہ خدا کے حکم سے ہوا اس وقت کہیں گے کہ اس کا کیا سبب؟ کہ خدا تعالیٰ نے اس وقت یہ حکم کیوں فرمایا؟ جس سے یہ مصیبت پیدا ہوگئی؟ اور پھر خود ہی قرآن سے ہم جواب میں کہیں گے کہ سبب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تم سے گناہوں کے سبب ناراض ہوئے اور مصیبت بھیجی ”ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر“ (۱) یعنی (تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے کرتوتوں کی بدولت پہنچتی ہے اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی فرماتے ہیں)

اور اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی شخص کو پھانسی دیدی جائے اور اس کی موت کا سبب پوچھا جائے تو ظاہر بین ہر شخص یہی کہے گا کہ پھانسی کی رسی گلے میں اٹک گئی اس سے مر گیا۔ مگر ایک عقلمند اس پر بس نہ کرے گا بلکہ وہ پوچھے گا کہ رسی کیوں گلے میں لٹکی؟ اگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے کہ ایک شخص نے لٹکا دی، تو وہ پوچھے گا کہ اس نے کیوں لٹکا دی اس پر کہا جائے گا کہ حاکم نے ایسا حکم کیا تھا، تو علت اخیر حاکم کا حکم نکلا۔ لیکن ابھی یہ سوال باقی ہے کہ حاکم نے ایسا حکم کیوں دیا اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس شخص نے کسی کو قتل کیا تھا یا ڈکیتی کا مرتکب ہوا تھا اس جواب کے بعد پھانسی پر لٹکنے کا اصلی سبب کھل جاتا ہے تو ایسے ہی و بآء خدا کے حکم سے آئی لیکن خدا تعالیٰ کا حکم ہمارے جرائم کے سبب سے ہوا اسی کو فرماتے ہیں کہ ”فلما اسفونا انتقمنا منهم“ (۲) (جب ہمیں ان لوگوں نے دکھ دیا تو ہم نے بھی ان سے بدلہ لیا) ”جزاء الاعمال“ میرا ایک رسالہ ہے اس میں اس بحث کو مبسوط (۳) لکھا گیا ہے اور

(۱) الشوریٰ: ۳۰ (۲) زخرف: ۵۵ (۳) تفصیل سے لکھ دیا ہے۔



بجہ اللہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ ہم کو جو کچھ ابتلاء ہوتا ہے ہمارے اعمال کے سبب ہوتا ہے تو عوام الناس کا مبلغ پر تو محض اسباب طبعیہ ہیں لیکن جو قدرے فہیم اور دیندار ہیں وہ اگر ان سب امراض کو خدا تعالیٰ کے حکم سے مانتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ گناہوں کے سبب سے یہ حکم ہوا لیکن ہمیشہ دوسروں کے گناہوں کو شمار کرتے ہیں۔

دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرو اپنے عیب دیکھو

اوپر اس کا ذکر تھا کہ دوسروں کے عیوب پر ہم لوگوں کی نظر ہوتی ہے اکثر لوگوں کو دیکھا ہوگا کہ لوگوں زنا اور قمار میں مبتلا دیکھ کر کہا کرتے ہیں کہ اسی سبب تو قحط ٹوٹ رہا ہے۔ مگر کبھی کسی کو نہ دیکھا ہوگا کہ اس نے اپنے اعمال کو اس کا سبب بتلایا ہو حالانکہ زیادہ ضرورت اس کی ہے۔

حضرت ذوالنون مصریٰ سے لوگوں نے قحط کی شکایت کی، فرمایا کہ قحط کے دور ہونے کی سوائے اس کے اور کوئی ترکیب نہیں ہے کہ مجھ کو شہر سے نکال دو کیوں کہ میرے گناہوں کی وجہ سے لوگ مصیبت میں مبتلاء ہو رہے ہیں۔ اور یہی نہیں کہ صرف محض زبان سے کہنے پر بس کیا ہو۔ بلکہ آپ اس شہر کو چھوڑ کر چلے بھی گئے۔ ایک بزرگ کہتے تھے کہ جب ریل میں بیٹھتا ہوں تو خدا تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ اے اللہ میرے گناہوں کے سبب یہ سب لوگ ہلاک نہ ہو جائیں یہی امراض ہیں جن کا علاج بزرگوں نے کیا ہے کہتے ہیں

یکے آنکہ غیر بدین مباحش  
دوم آنکہ خویش خود بین مباحش

(ایک تو یہ غیر کو برد امت سمجھو اور دوسرے یہ کہ خود کو سب سے بہتر نہ سمجھو)

یہاں رات دن ہمارا سبق ہے کہ ہم ایسے ہم ویسے اور دوسرا ایسا اور ایسا۔

## امام غزالی کی نصیحت

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اے عزیز! تیری ایسی مثال ہے کہ تیرے بدن پر سانپ بچھو لپٹ رہے ہیں اور ایک دوسرے شخص کے بدن پر ایک مکھی بیٹھی ہے تو اس کو مکھی بیٹھنے پر ملامت کر رہا ہے لیکن اپنے سانپ اور بچھو کی خبر نہیں لیتا۔ جو کوئی دم (۱) میں تجھ کو فنا کئے ڈالتے ہیں۔ ایک دوسرے بزرگ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اپنی آنکھ میں کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا اور دوسرے کی آنکھ کے تنکے کا تذکرہ کر رہے ہیں حالانکہ اول تو یہ دونوں مستقل عیب ہیں کیونکہ اپنے عیبوں کا نہ دیکھنا یہ بھی گناہ اور دوسرے کے عیوب کو بے ضرورت دیکھنا یہ بھی گناہ۔ اور بے ضرورت کے معنی یہ ہیں کہ اس میں کوئی ضرورت شرعی نہ ہو اور ایسے افعال جو شرعاً ضروری اور مفید نہ ہوں عبث اور لایعنی کہلاتے ہیں حدیث میں ان کے ترک کا امر ہے۔

### بے کار باتوں سے احتراز

اور بزرگوں نے اس کا بڑا اہتمام فرمایا ہے ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ کسی شخص کے مکان پر گئے اور دروازے پر جا کر آواز دی گھر میں سے جواب آیا کہ وہ نہیں ہیں، انہوں نے پوچھا کہ کہاں گئے ہیں؟ جواب آیا معلوم نہیں۔ لکھا ہے کہ اپنے اس سوال پر کہ ”کہاں گئے ہیں“ تیس برس تک روتے رہے کہ میں نے ایک لایعنی سوال کیوں کیا؟

(۱) چند لمحوں میں۔

## نگاہوں کی حفاظت

مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ دیوبند کے والد مولانا فرید الدین صاحب کی نسبت سنا ہے کہ وہ بہت ہی کم بولتے تھے اور بلا کسی شدید ضرورت کے نگاہ کبھی اوپر نہ اٹھاتے تھے حتیٰ کہ اگر ان سے کوئی بات پوچھتا تو زبان سے جواب دیتے لیکن منہ نہ اٹھاتے تھے۔ صرف اس لئے کہ بلا ضرورت کیوں نگاہ کو صرف کیا جائے۔ نیز قرآن پاک میں حکم بھی ہے ”قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم“ (۱) (آپ مؤمنین سے فرمادیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو جھکا کر چلا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں) دوسری جگہ ارشاد ہے ”الذین یمشون علی الارض ہوناً“ یعنی ”غاضین ابصارہم“ (جو لوگ زمین میں اپنی نگاہیں جھکا کر چلتے ہیں)

## بنی آدم کو بہکانے کی چار سمتیں

اہل لطائف نے لکھا ہے کہ شیطان نے بنی آدم کو بہکانے کی چار سمتیں بیان کی ہیں ”ثم لا تینہم من بین ایدیہم وعن خلفہم وعن ایمانہم ومن شمالہم“ (۲) (پھر یقیناً میں ان کے آگے پیچھے دائیں اور بائیں چاروں طرف سے آؤں گا) اور دو سمتوں کو بیان نہیں کیا یعنی فوق اور تحت اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں سمتیں محفوظ ہیں لیکن اوپر سے مراد وہی کے چاندنی چوک کا کوٹھا نہیں ہے بلکہ آسمان مراد ہے لیکن ہر وقت اوپر دیکھنا بہت دشوار تھا اس لئے سب سے اسلم سمت تحت (۳)

(۱) النور: ۳۰ (۲) الاعراف: ۱۷ (۳) سب سے محفوظ سمت نیچے کی ہے۔

ہے باقی چار سمتیں قدام، خلف، یمین، شمال (۱)۔ ان کی یہ حالت ہے کہ ان کی طرف دیکھنے میں اکثر انسان فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی سبب سے بعض اکابر نے یہاں تک کیا ہے کہ شہر کو چھوڑ کر جنگل میں بود و باش (۲) اختیار کر لی۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ نے ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے۔

بزرگے دیدم اندر کو ہزارے نشستہ از جہاں در کنج غارے  
چرا گفتم نہ شہر اندر نیائی کہ بارے بندے از دل برکشائی  
بگفت آنجا پر رویان لغزند چو گل بسیار شد پیلاں بلغزند  
(میں نے ایک بزرگ کو ایک جنگل میں دیکھا کہ وہ دنیا کو چھوڑ کر ایک غار کے گوشے میں بیٹھا ہوا تھا، میں نے ان سے کہا کہ آپ شہر میں کیوں نہیں آتے کہ کم از کم ایک بار تو لوگوں کے دلوں سے گرہیں کھولیں یعنی لوگ آپ کے فیض صحبت سے فائدہ اٹھائیں انہوں نے جواب دیا وہاں پر ہی رو اپنے دام میں پھانس لیتے ہیں اس لئے کہ جب کچھ زیادہ ہو جاتا ہے تو ہاتھی بھی پھسل جاتا ہے)۔

اسی حالت کو ایک شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

زاہد داشت تاب جمال پریر خاں کنجے گرفت و ترس خدارا بہانہ ساخت  
(زاہد پریر رخ والوں کے جمال کی تاب نہیں رکھتا تو تنہائی اختیار کر لیتا ہے، اور خوف خدا کا بہانہ ڈھونڈ لیتا ہے)۔

بہر حال ایسا ہوتا ہے اور اس کا علاج یہی ہے کہ ان چاروں سمتوں کی جانب دیکھنا بہت کم کر دیا جائے اور اوپر کے دیکھنے میں گرنے کا اندیشہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس تجربہ عقل نقل سب سے معلوم ہو گیا کہ حفاظت اور امن کی سمت سمتِ تحت ہے

(۱) باقی چار سمتیں آگے پیچھے دائیں بائیں (۲) جنگل میں رہنا سہنا اختیار کر لیا۔

## بے کار سوالات سے احتراز

اور جب بزرگوں نے لایعنی امور سے اس قدر پرہیز کیا ہے اور حدیث نے بھی "من حسن اسلام المرء ترک ما لا یعنی" (انسان کا اچھا اسلام یہ ہے کہ وہ بے فائدہ اور فضول قول و عمل ترک کر دے) کا حکم کیا ہے اس لئے تفتیش عیوب کے گناہ ہونے میں یہ قید لگائی ہے کہ بے ضرورت ہو اور دوسروں کی عیب جوئی اگر گناہ بھی نہ ہوتی تو لایعنی تو ضرورت ہی اس سے بچنا بھی ضروری ہے تو جب کہ وہ گناہ بھی ہے تو اس سے بچنا بدرجہ اولیٰ ضروری ہے بعض احمقوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ تمام وقت فضولیات ہی میں برباد کرتے ہیں مثلاً اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ جناب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملے میں آپ کی کیا تحقیق ہے کوئی اس عقلمند سے پوچھے کہ تجھ کو حضرت معاویہؓ کے معاملہ کی کیا پڑی تو اپنا معاملہ درست کر۔

مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی فرنگی محلی کے پاس ایک رنگریز آیا کہنے لگا کہ حضرت معاویہؓ کے معاملہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ میاں تم جا کر کپڑے رنگو جب تمہارے پاس حضرت معاویہؓ کا مقدمہ آئے گا تو لینے سے انکار کرو دینا اور کہہ دینا کہ میں نے اس کی تحقیق کی تھی مگر مجھے کسی نے بتلائی نہیں۔ ایک اور صاحب ایک مولوی صاحب کے پاس حضور ﷺ کے والدین کی بابت دریافت کرتے ہوئے آئے کہ وہ ایماندار تھے یا نہیں انہوں نے فرمایا کہ تم کو نماز کے فرائض معلوم ہیں یا نہیں کہنے لگا کہ نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ غضب کی بات ہے کہ نماز جس کا سوال سب سے اول قیامت میں ہوگا اس کے وہ فرائض جن سے دن میں پانچ مرتبہ کام پڑتا ہے اور جن کے معلوم نہ ہونے سے احتمال ہے کہ وہ فوت ہو جائیں تو نماز ہی نہ ہو ان کی تم کو خبر نہیں اور حضور ﷺ

کے والدین کا ایمان جس کی بابت یقیناً ہم سے نہ قیامت میں سوال ہوگا نہ دنیا کا کوئی کام اس علم پر موقوف اس کی تحقیق کی جاتی ہے صاحبو! اگر کوئی بُرا ہے تو تم کو کیا غرض اور اچھا ہے تو تم کو کیا مطلب، تمہیں اپنی اچھائی برائی کی فکر ہونی چاہیے۔

## تجسس کی ممانعت

باقی ہر شخص کی خبر رکھنا یا اس کا خیال ہونا یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے یا اس بندے کا کام ہے جس کے سپرد خدا تعالیٰ نے اصلاح خلق کا کام کر دیا ہو کہ اس شخص کو بھی تفتیش حالات کی ضرورت ہے کیونکہ بغیر علم حالات اصلاح ممکن نہیں ہے اور اسی وجہ سے میں نے بلا ضرورت کی قید لگا دی تھی اس لئے کہ مثلاً حاکم وقت جب تک تفتیش حالات نہ کرے گا مجرموں کو سزا نہ دے سکے گا مگر اس کو بھی ایسے امور میں اجازت ہے کہ جن میں تفتیش نہ کرنے سے فساد کا احتمال ہو اور جو امور ایسے نہیں ہیں ان میں حاکم کو بھی تجسس کی اجازت نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے کہ آپ رات کے وقت گشت لگا رہے تھے کہ ایک گھر میں سے گانے کی آواز آئی آپ نے دروازہ کھلوانا چاہا مگر وہ لوگ اس قدر منہمک تھے کہ آپ کی آواز بھی نہ سن سکے آخر آپ مکان کی پشت پر سے اندر تشریف لے گئے حضرت عمرؓ کی صورت دیکھ کر وہ سب لوگ سہم گئے لیکن چونکہ جانتے تھے کہ خلاف شرع حضرت عمرؓ کو ہرگز غصہ نہ آئے گا اسلئے اس شخص نے جرات کر کے عرض کیا کہ، اے امیر المؤمنین! ہم لوگوں نے صرف ایک ہی گناہ کیا لیکن آپ نے تین گناہ کئے ایک تو یہ کہ آپ بغیر اجازت ہمارے گھر میں چلے آئے حالانکہ قرآن میں صاف حکم ہے "لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اہلہا" (۱) (بلا اجازت

اپنے گھر کے علاوہ کسی کے گھر میں مت جاؤ اور جب جاؤ تو پہلے گھر والوں کو سلام کرو۔  
 دوسرا یہ کہ آپ نے تجسس کیا اور قرآن میں تجسس کی ممانعت ہے ”لا تجسسوا“ (۱) تیسرا  
 یہ کہ آپ مکان کی پشت پر سے تشریف لائے حالانکہ قرآن شریف میں ارشاد ہے ”لیس  
 البربان تاتوا البیوت من ظہورھا“ (۲) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اپنے گناہ سے  
 توبہ کرتا ہوں تم بھی اپنے گناہ سے توبہ کر لو۔ آزادی کا دم بھرنے والوں کو اس حکایت سے  
 عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ آزادی ان حضرات میں تھی یا آج کے مدعیوں آزادی میں کہ  
 بہائم کی طرح نہ نماز کے نہ روزے کے کھالیا اور ہوا پرستی (۳) میں عمر گزار دی۔

## آج کل کی آزادی

صاحبو! واللہ یہ آزادی نہیں یہ نفس کی شرارت اور اتباع (۴) ہوا اور مطلق  
 العنانی (۵) ہے اور یہ آزادی سائڈ کی سی آزادی ہے کہ جس کھیت میں چاہا منہ مار دیا  
 جدھر چاہا چل دیا جو چاہا کر لیا تو کیا کوئی آزاد صاحب سائڈ صاحب کو پسند کرتے ہیں  
 اگر اس کا جواب ”نعم“ (۶) ہے تو آج سے آپ بھی ہماری طرف سے یہی لقب لیجئے اور  
 اگر ”لا“ (۷) میں جواب ہے تو پھر ذرا مہربانی کر کے اپنے اور سائڈ میں کچھ فرق  
 بتلائیے۔

## تفتیش حالات کی اجازت کس کو ہے

اسی طرح اگر کوئی شخص اتالیق یا نگران ہو تو اس کو بھی تفتیش حالات کی ضرورت  
 ہے کیونکہ اس کے بغیر اصلاح غیر ممکن ہے یا شوہر ہو کہ اس کو بھی بیوی کے حالات کی تفتیش

(۱) الحجرات: ۱۲ (۲) البقرة: ۱۸۹ (۳) خواہشات نفس کی تکمیل میں (۴) خواہشات نفس کی پیروی (۵) اپنی من  
 مانی کرنا ہے (۶) جواب ہاں میں ہے (۷) جواب نہیں میں ہے۔

کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے متعلق اس کی اصلاح ہے یا کوئی شخص مصلح قوم ہو کہ اس کو بھی مجموعی طور سے قوم کے حالات کا علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے ورنہ وعظ کچھ بھی نہ کر سکے گا مگر مصلح کو بھی اسی وقت تک اجازت ہے کہ تفتیش سے مقصود اصلاح ہو اور اگر تحقیر کیلئے ایسا کرے گا تو اس کو بھی ہرگز اجازت نہ ہوگی کیونکہ انما الاعمال بالنیات (اعمال کا دار و مدار صرف نیت پر ہے)

## عیب گوئی اور عیب جوئی کی حقیقت

اس استثناء کے بعد جو لوگ رہ گئے وہ دیکھ لیں کہ عیب جوئی اور عیب گوئی (۱) سے ان کا کیا مقصود ہوتا ہے آیا یہ کہ اس شخص میں سے یہ عیب جاتا رہے یا محض بدنام کرنا اگر پہلا امر مقصود ہے تو کیا وجہ کہ کبھی اس کے آثار کیوں نہیں پائے گئے، کیا کبھی کسی شخص نے صاحب عیب کو خطاب کر کے نہایت شفقت کے ساتھ اس کے عیوب پر مطلع کیا ہے، اور اگر نہیں کیا تو کیا محض چار آدمیوں میں کسی کے عیب کا تذکرہ کر دینا اصلاح کہلائے گا، ہرگز نہیں! ہم لوگوں کی مجالس میں رات دن تمام مخلوق کی غیبتیں شکایتیں ہوتی ہیں کیا ان سے سوائے بدنام کرنے کے اور کچھ مقصود ہوتا ہے، کچھ بھی نہیں تو یہ لوگ ایک تو غیبت کے گناہ میں مبتلا ہوئے دوسرے ایک لایعنی فعل کے مرتکب ہوئے جس کی بُرائی او پر بیان ہو چکی۔

## رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کی احتیاط

حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ کبھی شیطان کو بھی برا نہ کہتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ جتنی دیر اس فضول کام میں صرف کی جائے اتنی دیر تک اگر محبوب کے ذکر میں مشغول رہیں تو کس قدر فائدہ ہے۔

(۱) کسی کا عیب ڈھونڈنے اور بیان کرنے سے۔



شیخ شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خوئی      چو بگذشت بر عارف جنگ جوئی

گرایں مدعی دوست بشناختے      بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

(نیک خصلت بہلول نے کیا اچھا کہا تھا کہ جب وہ ایک عارف سے ملا جو

ہر وقت لوگوں سے جھگڑا تلاش کیا کرتا تھا کہ اگر یہ مدعی دوست کو پہچانتا تو ہر وقت دشمنوں سے جھگڑا نہ تلاش کیا کرتا)۔

### عاشق کا حال

دیکھو اگر کسی کا محبوب بغل میں بیٹھا باتیں کر رہا ہو اس حالت میں ایک شخص آ کر اس عاشق کو ماں کی سڑی ہوئی گالی دے تو کیا عاشق کی طبیعت اس کو گوارا کرے گی کہ محبوب کو چھوڑ کر دشمن کے انتقام لینے کے درپے ہو جائے اور اگر اس نے ایسا کیا تو کہا جائے گا کہ اس کا عشق نہایت خام اور ناتمام ہے اسی طرح سمجھدار لوگ ایسے موقع پر سمجھ جاتے ہیں کہ شیطان جو ہمارا دشمن ہے وہ اس شخص کو بہلا کر لایا ہے کہ اس کو دوسری طرف مشغول کر کے بہکائے اس لئے وہ پروا بھی نہیں کرتے اور محبوب کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور جتنی اس میں کمی ہوتی ہے اسی قدر ان میں بھی کمی ہوتی ہے۔

بزرگوں کی شانیں

ایک شخص نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ بزرگوں کی شان اور ان کے حالات کس طرح مختلف ہوتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا فلاح مسجد میں تین بزرگ بیٹھے ہیں ان کے پاس جاؤ معلوم ہو جائے گا کہ بزرگوں کے حالات میں کیا فرق ہے،

چنانچہ وہ شخص گیا اور جا کر دیکھا کہ کوئی بے ادب آیا اور ان بزرگوں میں سے اول ایک کے ایک چپت رسید (۱) کیا انہوں نے اٹھ کر اتنے ہی زور سے ایک چپت اس کے بھی مار دیا اور پھر بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہو گئے اس کے بعد وہ دوسرے بزرگ کی طرف متوجہ ہوا اور ایک چپت ان کے بھی مار دیا وہ بولے بھی نہیں اور اپنے کام میں لگے رہے اس کے بعد تیسرے کی طرف متوجہ ہوا اور ایک چپت ان کے مارا انہوں نے اٹھ کر فوراً اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کو دباننا اور پیار کرنا شروع کیا اور کہنے لگے کہ تمہارے ہاتھ میں بہت چوٹ لگی ہوگی یہاں سے یہ تماشا دیکھ ان بزرگ کے پاس گیا اور تمام ماجرا بیان کیا کہنے لگے کہ بس اتنا ہی فرق ان تینوں کی حالات اور شان میں بھی ہے تو دیکھ لیجئے کہ جو غیر صابر تھے اور انتقام لئے بغیر نہ رہ سکے وہ بھی لایعنی کے مرتکب نہیں ہوئے یعنی مارنے والے سے یہ سوال تک بھی نہیں کیا کہ تو نے ایسی حرکت کیوں کی بلکہ ”جزا سیئۃ سیئۃ بمثلھا“ (۲) پر عمل کر کے ایک چپت خود بھی اس کو مار دیا پھر اپنے کام میں لگ گئے آج یہ حالت ہے کہ ایک ذرا سی بات کسی کو کہہ دیجئے پھر دیکھئے کیا قیامت قائم ہوتی ہے بلکہ بلا وجہ بھی لوگ سر ہو جاتے ہیں۔

## حکایت

میرے ایک دوست مولوی اسحاق علی صاحب فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ چلا جا رہا تھا سامنے سے ایک شخص نظر پڑے مجھے خیال ہوا کہ یہ میرے ملنے والوں میں سے کوئی شخص ہیں اس خیال کی بنا پر میں نے نہایت تپاک سے ان کو سلام کیا قریب آئے تو معلوم ہوا یہ کوئی دوسرے صاحب ہیں اپنے دھوکہ کھانے پر میرے منہ سے

(۱) تھپڑ مارا (۲) برائی کی سزا اس برائی کے بقدر ہے۔

لا حول نکل گئی بس وہ شخص سر ہو گیا کہ تم نے مجھ کو شیطان سمجھا اس لئے لا حول پڑا۔  
اب یہ کتنا ہی سمجھاتے ہیں خوشامد کرتے ہیں وہ مانتا ہی نہیں بڑی دور تک ان کے پیچھے  
پیچھے چلا آخر شاید کسی گلی میں نظر بچا کر گھس کر جلدی سے نکل گئے جب پیچھا چھٹا۔  
غرض یہ حالت ہے ہم لوگوں کے دینداروں کی حالانکہ پہلے لوگوں نے اس  
قدر احتیاط کی ہے کہ فضول باتوں سے بھی بچے ہیں۔

### عیب گوئی کا نقصان

ایک خرابی اور مضرت عیب جوئی اور عیب گوئی میں یہ ہے کہ ممکن نہیں کہ جس  
شخص کی برائی کی جارہی ہے اس کو خبر نہ ہو اور خبر ہونے کے بعد بہت دشوار ہے کہ وہ تم  
کو برانہ کہے اور پھر یہ بھی ممکن نہیں کہ اس کے کہنے کی تم کو خبر نہ ہو اور اس تمام الٹ پھیر  
کا نتیجہ یہ ہے کہ آپس میں عداوتیں بڑھیں اور دشمنیاں قائم ہوں اور پھر یہ عداوتیں بعض  
اوقات پشتہا پشت (۱) تک چلتی ہیں اور بناء (۲) ان کی محض ذرا سی بات کہ اس نے ہم کو  
یوں کہہ دیا تھا حالانکہ اگر کہہ بھی دیا تو کیا عزت میں فرق آ گیا۔

### ایک بزرگ کی حقیقت شناسی

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ چلے جا رہے تھے چند مرید ساتھ راستے  
میں ایک شخص نے دیکھ کر کہا کہ یہ شخص بڑا ٹھگ ہے ایک مرید کو اس پر بہت غصہ آیا اور  
اس شخص کے مارنے کو چلا۔ پیر صاحب نے روکا اور گھر پر لے گئے اور بہت سے  
لفافے جو ان کے نام آئے ہوئے تھے اس کے سامنے ڈال دیئے ان لفافوں

(۱) کئی نسلوں میں چلتی ہیں (۲) اس کی بنیاد صرف ایک چھوٹی سے بات ہے۔

میں بڑے بڑے القاب و آداب لکھے ہوئے تھے کسی میں قبلہ کونین، کعبہ دارین، کسی میں رہنمائے جہاں وغیرہ وغیرہ اور فرمایا کہ بھائی میں نہ تو اس قدر بُرا ہوں جتنا اس شخص نے ظاہر کیا اور نہ اس قدر اچھا ہوں جتنا ان لوگوں نے لکھا پس اگر خلاف واقع کہنے کی وجہ سے اس شخص پر غصہ آیا تو ان لوگوں پر بھی تو غصہ آنا چاہیے اور ان کا منہ بھی تو بند کرنا چاہیے جو کہ جنید عصر اور فرید وقت لکھتے ہیں۔

## بزرگوں کا تحمل

مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ کو ایک شخص نے آکر برا بھلا کہنا شروع کیا مولانا چونکہ بڑے مرتبے کے شخص تھے طالب علموں کو سخت غصہ آیا اور اس کے مارنے کو اٹھے، مولانا نے فرمایا کہ بھائی سب باتیں جھوٹ نہیں کہتا کچھ تو سچ بھی ہے تم اسی کو دیکھو۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کو ایک شخص نے بُرا کہا تو آپ نے اس کو ہدیہ بھیجا۔ اور امام صاحبؒ کی نسبت لکھا ہے کہ آپ کبھی کسی کی غیبت نہ کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں کسی کی غیبت کروں تو اپنی ماں کی غیبت میں زیادہ مصلحت ہے تاکہ میری نیکیاں میری ماں ہی کے پاس رہیں غیروں کے پاس تو نہ جائیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے یا فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ بڑے عقلمند ہیں ہم لوگوں کی نیکیاں تو وہ لے لیتے ہیں یعنی چونکہ ہم ان کی بابت کبھی کچھ کہہ دیتے ہیں اور وہ اپنی نیکیاں کسی کو نہیں دیتے یعنی چونکہ وہ کسی کی غیبت نہیں کرتے۔

صاحبو! غور کرو کہ ایک یہ اسلاف ہیں جن کے وہ حالات ہیں ایک ہم اخلاف ہیں کہ جن کے یہ حالات ہیں خوب کہا ہے۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمنان ہم نکرند تنگ  
 ترا کے میسر شود این مقام کہ بادوستانت خلافت و جنگ  
 (میں نے سنا ہے کہ خدا کے بندے دشمنوں کے دل کو کبھی نہیں دکھاتے  
 تمہیں یہ مقام کس طرح حاصل ہو سکتا ہے جب کہ تم دوستوں سے بھی ہر وقت  
 جھگڑتے رہتے ہو۔)

### نا اتفاقی کا اصل سبب

آج کل بڑے زور سے اس کی کوشش کی جاتی ہے کہ ہم لوگوں میں اتفاق  
 رہے اس کے لئے تقریریں ہوتی ہیں اخباروں میں تحریری مضامین بھیجے جاتے ہیں  
 جلسے کئے جاتے ہیں لیکن جو نا اتفاقی کی جڑ ہے یعنی زبان اس کے کاٹنے کی آج تک  
 کسی کو فکر نہیں۔ صاحبو! میں سچ کہتا ہوں کہ نا اتفاقی کا بڑا سبب ہم لوگوں کی زبان ہے  
 جس کو لگام ہی نہیں جو چاہا کہہ دیا جس کو چاہا کہہ دیا۔ یہ ظالم اس قدر چلتی ہے کہ جس کی  
 حد نہیں اور پھر غضب یہ کہ بے حیا کبھی تھکتی بھی نہیں۔ دوسرے اعضاء مثلاً سر، آنکھ،  
 کان، ہاتھ، پیر جب ان سے ضرورت سے زیادہ کام لیا جاتا ہے تو تھک جاتے ہیں  
 لیکن زبان کسی وقت بھی تھکنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ اس لئے حدیث حد میں آیا ہے کہ  
 جب صبح ہوتی ہے تو تمام اعضاء زبان سے خوشامد کر کے کہتے ہیں کہ تو ٹھیک رہنا اگر  
 تو درست رہی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو بگڑی تو ہم سب بھی بگڑ جائیں گے  
 عیب جوئی اور عیب گوئی کرنے والے افراد

غرض عیب گوئی اور عیب جوئی کا مرض ہم میں نہایت عام ہے اور جن کو

خدا تعالیٰ نے چار پیسے دیے ہیں وہ خصوصیات کے ساتھ اسمیں مبتلا ہیں کیونکہ معاش کی طرف سے فراغت ہو جانے کی وجہ سے کوئی کام تو رہا نہیں اور جو اصلی کام تھا یعنی ذکر اللہ اس کو کرتے نہیں اس لئے دن رات کے چوبیس گھنٹے پورے ہونے کی اس کے سوا کوئی ترکیب نہیں کہ چند ایسے ہی ایسوں کا مجمع ہو اور اس میں دنیا بھر کے خرافات ہانکے (۱) جائیں بلکہ بعض دیندار بھی جن کو کچھ فراغت ہے اس میں مبتلا ہیں بلکہ عوام فارغین سے زیادہ مبتلا ہیں کیونکہ وہ لوگ تو بسا اوقات شطرنج، گنجفہ، نرد وغیرہ میں مشغول ہو کر اس سے چھوٹ بھی جاتے ہیں اور دیندار لوگ اس کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اس نے ان کو سوائے مجلس آرائی اور عیب گوئی کے اکثر اور کوئی مشغل ہی نہیں ملتا۔

## شطرنج کی برائی

لیکن اس سے پہلے مقصود نہیں کہ عیب جوئی سے بچنے کے لئے شطرنج یا گنجفہ کی اجازت دیتا ہوں ہرگز نہیں۔ ان دونوں کی حالت بول و براز کی (۲) سی ہے کہ براز بول سے زیادہ خراب اور بول و براز سے زیادہ، دوسرے شطرنج وغیرہ میں اکثر اس قدر انہماک ہوتا ہے کہ اس کی بدولت تمام دنیا و دین کے کاروبار چھوٹ جاتے ہیں میں نے اپنے استاد علیہ الرحمۃ سے سنا ہے کہ ایک شخص شطرنج کھیل رہے تھے اور ان کا لڑکا بیمار پڑا ہوا تھا اثناء مشغل میں کسی نے آکر اطلاع کی کہ لڑکے کی حالت بہت خراب ہے کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں اور پھر شطرنج میں مشغول ہو گئے تھوڑی دیر میں کسی نے آکر کہا کہ وہ مر رہا ہے کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں اور یہ کہہ کر پھر مشغول

(۱) بیکار باتیں کی جائیں (۲) پیشاب پاخانے کی سی ہے۔

ہو گئے اس کے بعد کسی نے آکر کہا کہ لڑکے کا انتقال ہو گیا کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں یہ سوال و جواب سب کچھ ہولیا لیکن ان کو اٹھنے کی توفیق نہ ہوئی جب شطرنج کی بازی ختم ہوئی تو آپ کی آنکھیں کھلیں اور ہوش آیا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا فرمائیے جس کھیل کا انجام یہ ہوا اسکی اجازت کیسے ہو سکتی ہے سو اجازت مقصود نہیں بلکہ صرف یہ بتلانا ہے کہ عوام تو صریح گناہوں میں مشغول ہو کر غیبت سے بعض اوقات بچ بھی جاتے ہیں۔

## آج کل کی دینداری

مگر مدعیان دینداری ظاہری تقدس کے پردے میں اس سے بڑھ کر گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں پس اس بناء پر ہماری وہ حالت ہے۔

از بروں چوں گور کافر پر حلال      و اندروں قہر خدائے عزوجل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید      و از درونت ننگ میدارد بیزید

(ظاہر تو کافر کی قبر کی طرح آراستہ و پیراستہ اور اندر اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہوتا ہے باہر کی حالت ایسی بنا رکھی ہے حضرت بایزید بسطامیؒ جیسے بزرگ پر ہی اعتراض کرنے لگے اور اندر کی حالت ایسی ہے کہ اس کو دیکھ کر بیزید کو بھی شرم آنے لگی)

صرف وضع کی درستی اور ظاہر کی آراستگی کا نام آج کل دینداری رکھ لیا ہے باقی اعمال و اخلاق وہ چاہے کیسے بھی ہوں

## ظاہری درستگی کا فائدہ

اور عوام کی حالت پر ایک اعتبار سے اس سے بھی زیادہ افسوس ہے کہ ان کا ظاہر بھی درست نہیں دینداروں میں اگر ایک کمی ہے تو ان میں دو ہیں اور یاد رکھو کہ ظاہر کی درستی بھی بے کار نہیں ہے اس کا بھی باطن پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے حضرت موسیٰؑ جب

ساحرانِ فرعون کے مقابلے کے لئے تشریف لے گئے تو مقابلے کے بعد ساحر تو سب مسلمان ہو گئے تھے لیکن فرعون نہیں ہوا تھا حضرت موسیٰ نے خدا تعالیٰ سے اس کا سبب پوچھا ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ ساحران (۱) فرعون اس وقت تمہارا لباس پہن کر آئے تھے ہماری رحمت نے گوارا نہ کیا کہ تمہارے ہم لباس دوزخ میں جائیں اس لئے ہم نے ان کو ایمان کی توفیق دے دی اور فرعون محروم رہا۔

ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح ضروری ہے۔

پس خلاصہ یہ نکلا کہ ظاہر کی درستی بھی اچھی چیز ہے مگر محض اس کی درستی پر اکتفا نہ کرنا چاہیے بلکہ اس کے ساتھ باطن کو بھی درست و آراستہ بنانے کی فکر ہونی چاہیے اور جو لوگ مقتدا ہیں وہ اس کی زیادہ فکر کریں کیونکہ غیر مقتدا کو تو غیبت کرنے کی نوبت کم آتی ہے اور یہ لوگ چونکہ مرجع الخلاق ہوتے ہیں اس لئے ان کو غیبت سننے کی بھی بہت نوبت آتی ہے سینکڑوں آدمی ان کے پاس آتے ہیں اور ہر شخص ان کے پاس یہی تحفہ لے کر آتا ہے اور یہ اس تحفہ کو قبول کرتے ہیں ہاں جو عاقل ہوتے ہیں وہ ایسے لوگوں کا علاج بھی کرتے ہیں۔

غیبت کی بابت اکابرین کا طرز عمل

حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو یوں کہتا تھا حضرت نے فرمایا کہ اس نے تو پس پشت کہا لیکن تم اس سے زیادہ بے حیا ہو کہ میرے منہ پر کہتے ہو۔ حضرت میر دردوہلویؒ کو سماع سننے سے کچھ رغبت تھی ان کی نسبت حضرت مرزا مظہر جان جاناؒ سے آکر کسی نے کہا کہ حضرت میر دردوہلویؒ

(۱) فرعون کے بلائے ہوئے جادوگر۔



سنتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بھائی! کوئی کانوں کا بیمار ہے کوئی آنکھوں کا بیمار ہے مرزا صاحب کے اس مقولے سے اکثر جاہلوں نے یہ سمجھا کہ مرزا صاحب حسن پرست تھے حالانکہ یہ الزام بالکل غلط اور بہتان ہے اصل یہ ہے کہ مرزا صاحب بوجہ لطافت مزاج کے بد صورت آدمی کو دیکھ نہ سکتے تھے اور مرزا صاحب نے بچپن کے واقعات اس کی تائید کرتے ہیں یعنی مرزا صاحب کی نسبت یہ مشہور بات ہے کہ شیر خوارگی کے زمانے میں آپ کسی بد صورت عورت کی گود میں نہ جاتے تھے حالانکہ اس وقت آپ کو خوب صورتی بد صورتی کا ادراک بھی تھا لیکن لطافت روح کے باعث آپ کو بد صورت آدمی سے اسی وقت تکلیف ہوتی تھی اور اس کا اثر بڑے ہو کر بھی تھا غرض اس قسم کے حضرات ایسے لوگوں کا منہ اسی وقت بند کر دیتے ہیں اور جو لوگ احتیاط نہیں کرتے وہ ان آنے والوں کی بدولت اکثر گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کو سمجھنا چاہیے کہ

ہر کہ عیب دگراں پیش تو آورد و شمر د  
بے گماں عیب تو پیش دگراں خواہد برد  
(جو شخص تمہارے سامنے آ کر دوسروں کے عیب پیش کر کے شمار کراتا ہے یقیناً وہ تمہارے عیوب کو بھی دوسروں کے سامنے جا کر گنائے گا۔)

اس لئے میں نے کہا تھا کہ مقتدا لوگ باستثناء محتاطین و متقیین کے زیادہ اس آفت میں مبتلا ہو جاتے ہیں یہ ہے مرض اب میں اس مضمون کا مدلول آیت ہونا ظاہر کرتا ہوں مگر اس کے لئے چند مقدموں کی ضرورت ہے اول ان کو سمجھ لیا جائے اس کے بعد با آسانی یہ سمجھ میں آ جائے گا۔

بعض علماء کی ایک غلط فہمی کا ازالہ

اول مقدمہ یہ ہے کہ نیک بات بتلانا ہر وقت طاعت ہے خواہ عمل کرے یا نہ کرے اور یہی وہ غلطی ہے جو کہ اس آیت کے غلط سمجھنے کی بدولت علماء کو ہوئی اور اس کا اثر یہ ہوا کہ بعض نے وعظ و تلقین کو بالکل ہی ترک کر دیا جب ان سے سبب پوچھا گیا تو یہ جواب دیا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے

”اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتب۔“ (۱)

اور اس جواب کے بعد اپنے کو بالکل بری الذمہ سمجھ لیا مگر یہ دھوکہ ہے اور سبب اس دھوکہ کا یہ ہے کہ ان لوگوں نے سمجھا کہ قرآن کا مقصود یہ ہے کہ اگر خود عمل نہ کرو تو دوسروں کو بھی نصیحت نہ کرو حالانکہ یہ مقدمہ بالکل غلط ہے کیونکہ امر بالمعروف (۲) طاعت ہے اور اس طاعت کی شرائط میں یہ شرط کہیں نہیں کہ اگر خود بھی عمل کرے تو طاعت ہوگی ورنہ نہیں ہاں اپنا عمل نہ کرنا ایک مستقل گناہ ہے جو کہ قابل ترک ہے لیکن امر بالمعروف کے ساتھ اس کو شرطیت وغیرہ کا کچھ تعلق نہیں (۳) اور یہ کسی حدیث سے یا کسی مجتہد کے قول سے ثابت نہیں اگر گناہ سے نہ بچے تو دوسری طاعت بھی طاعت (۴) نہ ہوگی اور اگر اس کو مانا جائے تو پھر اس آیت کے کیا معنی ہوں ”ان الحسنات یذهبن السيئات“ (۵) کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کے بارے میں ہے جو کہ نیکی بھی کرتا ہے لیکن گناہ میں مبتلا ہے تو اگر گناہ کرنا دوسری طاعت کے طاعت نہ ہونے کا موجب ہو تو اس کفارہ سیئات کی کوئی

(۱) البقرہ: ۴۴ (۲) اچھائی کا حکم کرنا نیکی ہے (۳) دوسرے کو نیکی کا حکم کرنے کے لئے یہ کوئی شرط نہیں کہ خود بھی نیک

ہو (۴) اگر خود گناہ سے نہ بچتا ہو تو ایسا نہیں کہ دوسرے کو اگر نیکی کا حکم کرے گا تو اس کا ثواب نہیں ہوگا۔ اس کا ثواب تو ہوگا

لیکن اپنے عمل نہ کرنے کا گناہ الگ ہوگا۔ یہ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم نہیں ہیں (۵) ہود: ۱۱۳

صورت ہی نہ رہے گی اور مضمون آیت کے بالکل خلاف لازم آتا ہے البتہ اگر کسی ایسے گناہ کا مرتکب ہو جو کہ مفوت (۱) طاعت ہے تو بیشک پھر طاعت طاعت نہ رہے گی اور ایسا نہ ہونے کی صورت میں طاعت اپنی حالت پر رہے گی اگرچہ معصیت کرنے سے گناہ بھی ہوگا ہاں اتنا اثر ضرور ہوگا کہ گناہ کی وجہ سے طاعت کی برکت کم ہو جائے گی سو یہ ایک مستقل مسئلہ ہے جس کو انشاء اللہ کسی دوسرے وقت مستقل طور پر بیان کروں گا (فرمایا کہ بہتر ہوا اگر مجھے اس کے متعلق یاد دلایا جائے کیونکہ بعض لوگوں کو اس مسئلے کے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے گناہ کرنے میں بہت بے پروائی ہو گئی ہے اور یوں سمجھتے ہیں کہ گناہ کو طاعت کے عدم میں کچھ بھی علاقہ نہیں حالانکہ عدم برکت کا علاقہ ہے) مگر اس وقت یہ بیان کرنا ہے کہ گناہ کرنے سے طاعت منعدم (۲) نہ ہو جائے گی اور دلیل اس کی یہ آیت ہے کہ ”ان الحسنات یذهبن السیئات“ (۳) (بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔)

جب اس کی بناء الگ ہوئی تو یہ سمجھنا کہ اگر وعظ کہوں گا تو گنہگار ہوں گا غلطی پر مبنی ہے پس امر بالمعروف طاعت ہو اور اس کا طاعت ہونا گناہ نہ کرنے پر موقوف نہ ہوا بلکہ آیت میں ملامت اس پر ہے کہ تم خود کیوں عمل نہیں کرتے اور وعظ کے چھوڑ دینے سے تو دوسرا جرم قائم ہو گیا یعنی نہ خود عمل کریں اور نہ باوجود معلوم ہونے کے دوسروں کو بتلائیں یہ ہے علماء کی اس غلطی کا کشف (۴)۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ ”ان الحسنات یذهبن السیئات“ (۵)۔

(۱) نیکی کو مٹانے والا ہو (۲) گناہ کرنے سے نیکی بالکل معدوم نہیں ہوگی (۳) ہود: ۱۱۳ (۴) یہ ہے علماء کی اس غلطی کا اظہار (۵) ہود: ۱۱۳۔

تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ جب ایک شخص امر بالمعروف کرتا ہے جو کہ طاعت ہے اور طاعت مزیل (۱) ہوتی ہے معصیت کی تو اس کا اقتضایہ ہو سکتا تھا کہ یہ کفارہ ہو جاتا نسیان نفس بمعنی ترک عمل کا مگر اس طاعت کے ہوتے ہوئے بھی اس کا یہ نسیان اس امر بالمعروف سے ہوا تو جہاں امر بالمعروف بھی نہ ہو نسیان بد عملی ہی ہو جس میں عیب جوئی بھی داخل ہے وہ تو کیونکر موجب ملامت نہ ہوگی ضرور ہوگی۔

### آیت میں مذکور حکم کے مخاطبین

خلاصہ یہ ہوگا کہ اے شخص جو کہ اپنی حالت کو بھول رہا ہے جب کہ تیری حالت ایک معصیت اور ایک طاعت کے مجموعہ پر بھی محل ملامت ہے تو جب طاعت ایک بھی نہ ہو بلکہ دونوں امر معصیت ہوں تو کیونکر موجب ملامت نہ ہوگی اور دو معصیتیں اس طرح ہوں کہ بد عملی تو اپنی حالت پر رہی جس کو "تنسون انفسکم" فرمایا اور امر بالمعروف کے بجائے دوسرے کی عیب جوئی ہوگئی تو اس حالت میں بدرجہ اتم ملامت ہونی چاہیے پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں جس میں ملامت کی بناء بد عملی و عیب جوئی ہے علماء کو ہی خطاب نہیں بلکہ جہلاء کو بھی ہے کیونکہ اس کا ارتکاب وہ بھی کرتے ہی بلکہ جہلاء کو زیادہ سخت خطاب ہے اور علماء کو ہلکا کیونکہ ان کے پاس ایک نیکی تو ہے امر بالمعروف اور جہلاء کے پاس تو ایک بھی نہیں اب اس کو غور کیجیے اور جہل پر اپنے فخر کو دیکھئے کہ اسکی بدولت تعزیرات (۲) الہیہ کی ایک دفعہ اور بڑھ گئی۔ مقصود اس سب سے یہ ہے کہ ہماری جو یہ عادت پڑ گئی کہ ہم دوسروں کی عیب جوئی کیا کرتے ہیں اس کو چھوڑنا دینا چاہیے اور اپنی فکر میں لگنا چاہیے۔

(۱) نیکی اور اطاعت گذاری گناہ کو دور کرنے والی ہوتی ہے (۲) اللہ کے قانون کے مطابق ایک فرد جرم اور عائد ہوگئی۔

صاحبو! اپنے جرائم کیا کچھ کم ہیں کہ ہم دوسروں کی فکر کریں۔

## اصلاح کرنے کے آداب

اور یہ جو میں نے کہا تھا کہ اصلاح قوم کے لئے تفتیش حالات جائز ہے اس کے کچھ آداب بھی ہیں ان کو معلوم کر لینا ضروری ہے سو ایک ادب تو اس کا یہ ہے کہ اصلاح کسی شخص کی مجمع عام میں نہ کی جائے کیونکہ اس سے دوسرے کو شرمندگی ہوتی ہے اور اس شرمندگی کا اثر یہ ہے کہ نصیحت کرنے والے سے بغض ہو جاتا ہے بلکہ بعض اوقات اس امر کو ترک کرنے کے بجائے اس میں اور زیادہ پختہ ہو جاتا ہے کیونکہ سمجھتا ہے کہ میری رسوائی تو ہو ہی گئی پھر میں کیوں چھوڑوں، اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ یا تو خود اس کو خلوت میں لے جا کر اس سے کہہ دے یا اگر اس سے نہ کہہ سکے تو کسی ایسے شخص سے کہہ دے جو کہ اس کی اصلاح کر سکے لیکن اس کے دشمن سے نہ کہے کیونکہ دشمن سے کہنے میں اصلاح تو ہونے لگتی ہے لیکن ہاں تذلیل ہوگی دوسرا ادب یہ ہے کہ نرمی سے کہے تحقیر اور طعن کے طور پر نہ کہے۔ تیسرا ادب یہ ہے کہ اگر مجمع میں عام خطاب سے کہے تو ایسے پتے نہ دے کہ مجمع عام میں اس کی رسوائی ہو مجھے یہ امر بہت پیش آتا ہے یعنی یہ فرمائش کی جاتی ہے کہ فلاں شخص سو دیتا ہے ذرا وعظ میں اس کی خبر لیجئے گا یا فلاں شخص نے حقوق دبار کھے ہیں ذرا اس کے متعلق فرما دیجئے لیکن میں بھگت اللہ ان فرمائشوں پر کبھی عمل نہیں کرتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ طریق اصلاح بجائے مفید ہونے کے مضر ہے سننے والے قرائن سے سمجھ جاتے ہیں کہ فلاں کو کہا جا رہا ہے اور اس سے مجمع عام میں اس کو شرمندگی ہوتی ہے جس کا نتیجہ بغض و عداوت ہے اور اس کے

سبب اپنے فعل کی اور زیادہ سچ ہو جاتی ہے اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اگر واقعی ان لوگوں کی اصلاح کرنی منظور ہے تو اول ان سے میل جول پیدا کیا جائے جب خوب بے تکلفی ہو جائے تو وقتاً فوقتاً نرمی سے ان کو سمجھایا جائے اور خدا تعالیٰ سے ان کے لئے دعا کی جائے اور جو تدبیریں مفید ثابت ہوں ان کو عمل میں لایا جائے غرض وہ برتاؤ کیا جائے جو کہ اپنی اولاد سے کیا جاتا ہے کہ اگر ان کی شکایت کسی دوسرے سے کی جائے گی تو اپنے دوستوں سے کی جائے گی جو کہ اسکی اصلاح کر سکیں یا بزرگوں سے کی جائے گی کہ وہ اس کے لئے دعا کریں علیٰ ہذا جن سے درستی کی امید ہوگی ان ہی سے کہا جائے گا اور جہاں یہ بات نہ ہوگی وہاں زبان پر بھی اپنی اولاد کے عیوب کو نہ لایا جائے گا یہ مثال بحمد اللہ ایسی عمدہ ہے کہ اس کے پیش نظر رکھنے کے بعد اصلاح کے تمام آداب معلوم ہو جائیں گے یعنی جس مسلمان کی اصلاح کرنی چاہو یہ غور کر لو کہ اگر یہ حال ہماری اولاد کا ہوتا تو ہم کیا برتاؤ اس کے ساتھ کرتے بس جو برتاؤ اسکے ساتھ طبیعت تجویز کرے وہی برتاؤ اس غیر کے ساتھ بھی کرو۔

### حدیث کے معنی

اور میں اس حدیث کے کہ ”المسلم مرأة المسلم“ (ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے آئینہ ہوتا ہے) یہی معنی بیان کیا کرتا ہوں یعنی جس طرح آئینہ کا خاصہ ہے کہ وہ تمہارے عیوب چہرہ کو تم سے چھپاتا نہیں اور دوسروں پر ظاہر نہیں کرتا اسی طرح مسلمان کو بھی ہونا چاہیے کہ کسی مسلمان کے عیوب کو اس سے چھپائے نہیں اور دوسروں پر ظاہر نہ کرے نیز یہ کہ کسی مسلمان کی طرف سے دل میں

کینہ نہ رکھنا چاہیے بلکہ آئینہ کی طرح بالکل صاف باطن رہنا چاہیے کسی نے خوب کہا ہے۔  
 کفرست در طریقت ما کینہ داشتن آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن  
 (ہمارے مذہب میں بغض کینہ دل میں رکھنا کفر ہے ہمارا دستور یہ ہے کہ دل کو آئینے کی  
 طرح صاف و شفاف رکھا جائے۔)

یہ شعر اس مقام پر بہت زیادہ چسپاں تو نہیں ہے لیکن لفظ آئینہ کی مناسبت  
 سے پڑھ دیا گیا ہے کہ آئینہ کی شان صفائی ہوتی ہے اور اوپر جو وجہ شبہ بیان کی گئی ہے وہ  
 بھی صفائی کی فرد ہے۔

ظالم کی عیب گوئی مظلوم کے لئے جائز ہے

حاصل یہ ہے کہ جب کسی کے عیوب پر مطلع ہو تو اس کو اطلاع کر دو اور اگر یہ  
 کارگر نہ ہو تو خدا تعالیٰ سے دعا کرو۔ غرض دوسرے کی عیب جوئی و عیب گوئی ان مصالح  
 سے تو جائز ہے اور اگر یہ مصالح نہ ہوں تو باستثناء ایک موقع کے بالکل حرام ہے اور وہ  
 موقع یہ ہے کہ مظلوم شخص ظالم کی عیب گوئی کرے کیونکہ مظلوم کو ظالم پر غصہ ہوتا ہے۔  
 اور وہ غصہ حق ہوتا ہے پس شریعت نے مظلوم کو اجازت دے دی ہے کہ وہ اپنے غصے  
 کو نکال دے سبحان اللہ شریعت اسلام کی تعلیم بھی عجیب پاکیزہ تعلیم ہے کسی ایک قابل  
 رعایت پہلو کو بھی نہیں چھوڑا۔ مجھے تو اسلام کی تعلیم دیکھ دیکھ کر یہ شعر یاد آیا کرتا ہے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا این جاست

(سر کی مانگ سے لے کر پاؤں تک جہاں بھی نظر ڈالتا ہوں ایک عجوبہ سامنے آتا ہے  
 اور وہ عجوبہ دل کو کھینچے چلا جاتا ہے اصل دیکھنے کی جگہ تو یہ ہی ہے)

دیکھتے مظلوم چونکہ اپنے جائز غصے کو نکالتا ہے اور یہ طبعی امر ہے کہ اس کے ضبط سے کلفت (۱) ہوتی ہے تو اس کو اجازت دے دی گئی نیز اس میں یہ بھی مصلحت ہے کہ جب اس مظلوم کی غیبت سے لوگوں کو ظالم کے ظلم کی حالت معلوم ہوگی تو وہ اپنے بچانے کی فکر کر لیں گے بلکہ بعض بزرگوں نے تو ایک مضمحل مصلحت سے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ مظلوم کو چاہئے کہ اگر اس کو باطنی قرآن سے معلوم ہو جائے کہ میرے صبر کرنے سے ظالم پر ضرور قہر نازل ہوگا (کیونکہ بعض شخص کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہوتا ہے) تو اپنی زبان سے کچھ تھوڑا ضرور ظالم کو کہہ لیا کرے کیونکہ اس کی خاموشی سے اندیشہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا غضب دنیا ہی میں ظالم پر ٹوٹے۔ اور بعض بزرگوں کے کلام سے جو نہ کہنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے وہ اس بناء پر کہ صبر ایک نیک عمل ہے اس کے کرنے سے مظلوم کو زیادہ ثواب ملے گا لیکن جنہوں نے کچھ کہنے کی اجازت دی اور اس کو افضل بتلایا انہوں نے یہ خیال کیا کہ مسلمان بندے کو دوزخ کا عذاب نہ ہو اور خدا تعالیٰ کے قہر سے محفوظ رہے۔

### شبہ کا ازالہ

شاید کسی طالب علم کو شبہ ہو کہ خدا تعالیٰ کے قہر سے محفوظ رہنے کی یہ بھی صورت ہو سکتی ہے کہ وہ مظلوم معاف کر دے تو سمجھنا چاہیے کہ بعض لوگوں کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ اگر وہ معاف بھی کر دیں تو خدا تعالیٰ اپنا حق کہ ان کے بندے کو ستایا تھا معاف نہیں فرماتے۔

(۱) پریشانی۔



## اہل اللہ کو بُرا کہنے کا وبال

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ چلے جا رہے تھے کہ ایک شخص نے ان کو کچھ بے ہودہ کہا ان بزرگ نے اپنے ایک مرید کو حکم دیا کہ اس کے ایک دھول مار (۱) وہ ذرا متامل (۲) ہوا فوراً وہ شخص زمین پر گر اور مر گیا انہوں نے اپنے مرید سے کہا کہ تم نے دیر کی اور اس کا نتیجہ دیکھ لیا۔ اور فرمایا کہ جب اس نے مجھے بُرا بھلا کہا تو میں نے دیکھا کہ قبر خداوندی اس پر نازل ہوا چاہتا ہے اس لیے میں نے چاہا تھا کہ میں خود ہی اس کو کچھ کہہ لوں تاکہ قبر خداوندی اس پر نہ پڑے لیکن تم نے دیر کر دی آخر یہ شخص ہلاک ہو گیا اور یہی راز ہے کہ جب حضور ﷺ کے وہن مبارک میں کڑوی دوا ڈالی لی گئی اور آپ کے منع فرمانے پر لوگوں نے نہیں مانا تو حضور ﷺ نے ہوش آجانے کے بعد فرمایا کہ جن لوگوں نے میرے منہ میں دوا ڈالی ہے ان سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے سوائے عباسؓ کے کہ وہ شریک رائے نہ تھے تاکہ مکافات ہو جائے اور یہ لوگ قبر خداوندی میں مبتلا نہ ہوں۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں اکثر لوگوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دیتے تھے کسی نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں کی اکثر حرکات سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور میری تکلیف کی وجہ سے لوگ وبال میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور میں نے ہر چند خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ میری وجہ سے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے لیکن میری یہ دعا قبول نہیں ہوتی حافظ فرماتے ہیں۔

بس تجربہ کر دویم دریں دیر مکافات  
بادرد کشاں ہر کہ درد افتاد بر افتاد  
تا دلی صاحب دلی نامد بدرود  
بیچ قومی را خدا رسوا نہ کرد

(۱) تھپن مارو (۲) اُس نے کچھ سوچ بچار کی۔

(ہم نے اسی بدلا دیئے جانے والے جہاں میں تجربہ کیا ہے کہ جو کوئی بھی اللہ والوں کے ساتھ الجھ گیا وہ خود مبتلائے غضب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی قوم کو رسوا نہیں کیا مگر اس وقت جب کسی صاحب دل کا دل دکھایا۔)

تو چونکہ بعض کے معاف کرنے سے بھی پورا معاف نہیں ہوتا اس لئے وہاں کچھ کہہ لینا ہی مصلحت ہے غرض مظلوم کو اظہار ظلم کی بدون کسی مصلحت کے بھی اجازت ہے اگر وبال کے ٹل جانے یا ہلکا ہو جانے کی نیت ہو تو وہ مستحسن ہے لیکن غیر مظلوم کو مصالح سابقہ کے بغیر اجازت نہ ہوگی۔

### خلاصہ وعظ

اب میں اپنے بیان کو بقیہ آیت کا ترجمہ کر کے ختم کرتا ہوں فرماتے ہیں ”وانتم تتلون الكتاب“ یعنی باوجودیکہ تم کتاب اللہ کو پڑھتے ہو اور اس کے احکام تم کو معلوم ہیں شاید بعض لوگ اس ترجمے کو سن کر خوش ہوں کہ یہ تمام خطاب تو ان لوگوں کے لئے ہے جو کہ کتاب کو پڑھتے ہیں ہم چونکہ پڑھے ہوئے نہیں اس لئے ہم مخاطب نہیں ہیں لیکن یہ خوشی صحیح نہیں کیونکہ آگے یہ بھی ارشاد ہے ”افلا تعقلون“ یعنی (کیا تم سمجھتے نہیں ہو) جس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ جس طرح نقلی ہے عقلی بھی ہے یعنی عقل بھی اس کے قبح (۱) کا فتویٰ دیتی ہے بہر حال اس آیت کے بدالالت مطابق اس پر وعید ہوئی کہ اوروں کو سمجھاؤ اور خود عمل نہ کرو (۲) اور بدالالت التزامی و بدالالت النص یہ ثابت (۳) ہوا کہ اوروں کی برائی کے درپے ہونا اور اپنی برائیوں کو فراموش کرنا

(۱) برائی (۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ دوسروں کو سمجھانا اور خود عمل نہ کرنا مذموم بات ہے (۳) یہ آیت اس حکم کو بھی دلاتا بیان کرتی ہے کہ دوسروں کے گناہوں کی جستجو کرنا اور اپنے عیوب سے بے فکر ہونا یہ بھی گناہ ہے ہر وقت اپنے گناہوں پر نظر اور ان کی اصلاح کی فکر ہونی

بڑا ہے ضرورت اس کی ہے کہ ہر وقت اپنے گناہوں اور عیوب پر نظر ہو اور اس کے معالجات کی فکر کی جائے اور جس میں اپنی فکر کافی نہ ہو اس میں دوسرے ماہر سے رجوع کر و شرم و حجاب کی وجہ سے اپنے امراض کو معالجات سے چھپایا نہ جائے کیونکہ اظہارِ مرض کے بغیر علاج ممکن نہیں (۱)۔

یہ بیان ختم ہوا چونکہ اس مرض میں اکثر لوگ مبتلا تھے اس لئے اس لئے اس کا بیان کرنا ضروری سمجھا گیا، سو بحمد اللہ کافی گفتگو اس پر ہو گئی اب خدا تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ وہ ہم کو فہم صحیح اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیں۔  
آمین یا رب العالمین۔ (۲)

## تمت بالخیر

(۱) اپنے اندر جو عیب ہوں ان کا علاج اپنے شیخ و مربی سے معلوم کرے (۲) اللہ تعالیٰ تمام قارئین اور احقر کو بھی اپنی اصلاح کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین  
خلیل احمد تھانوی ۳ شوال ۱۴۲۷ھ

”نسیان النفس“  
ترک عمل

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۳	غلط فہمی کا ازالہ	۱
۴	مدلول آیت کا حاصل	۲
۵	عوام کے شبہ کا ازالہ	۳
۶	عوام کی غلطی	۴
۷	اللہ کو تین آدمیوں سے بغض ہے	۵
۷	جہل قابل فخر نہیں	۶
۸	کثرت مال پر فخر کرنا حماقت ہے	۷
۹	مال کی بے وفائی	۸
۱۰	اخلاص سے فی سبیل اللہ خرچ کا فائدہ	۹
۱۱	علماء کا اطمینان	۱۰
۱۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اطمینان	۱۱
۱۳	کمال معرفت	۱۲
۱۴	سورۃ یسین اور اناللہ پڑھنے کے مواقع	۱۳
۱۵	اناللہ پڑھنے کا فائدہ	۱۴
۱۷	مصیبت کی حقیقت	۱۵
۱۸	تحصیل علم کا عظیم فائدہ	۱۶

۱۹	ذکر ظاہری کی حقیقت	۱۷
۲۰	علم حقیقی	۱۸
۲۰	عالم بے عمل بھی جاہل سے بہتر ہے	۱۹
۲۱	ایک اہم مرض	۲۰
۲۲	وبائی امراض کا اصلی سبب	۲۱
۲۴	دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرو اپنے عیب دیکھو	۲۲
۲۵	امام غزالیؒ کی نصیحت	۲۳
۲۵	بے کار باتوں سے احتراز	۲۴
۳۶	نگاہوں کی حفاظت	۲۵
۳۶	بنی آدم کو بہکانے کی چار سمتیں	۲۶
۳۸	بے کار سوالات سے احتراز	۲۷
۳۹	تجسس کی ممانعت	۲۸
۳۰	آج کل کی آزادی	۲۹
۳۰	تفتیش حالات کی اجازت کس کو ہے	۳۰
۳۱	عیب گوئی اور عیب جوئی کی حقیقت	۳۱
۳۱	رابعہ بصریہ کی احتیاط	۳۲
۳۲	عاشق کا حال	۳۳
۳۲	بزرگوں کی شانیں	۳۴
۳۳	حکایت	۳۵

۳۴	عیب گوئی کا نقصان	۳۶
۳۴	ایک بزرگ کی حقیقت شناسی	۳۷
۳۵	بزرگوں کا تحمل	۳۸
۳۶	نا اتفاق کا اصل سبب	۳۹
۳۶	عیب جوئی اور عیب گوئی کرنے والے افراد	۴۰
۳۷	شطنج کی برائی	۴۱
۳۸	آج کل دینداری	۴۲
۳۸	ظاہری درشتگی کا فائدہ	۴۳
۳۹	ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح ضروری ہے	۴۴
۳۹	غیبت کی بابت اکابرین کا طرز عمل	۴۵
۴۱	بعض علماء کی غلط فہمی کا ازالہ	۴۶
۴۳	آیت میں مذکور حکم کے مخاطبین	۴۷
۴۴	اصلاح کرنے کے آداب	۴۸
۴۵	حدیث کے معنی	۴۹
۴۶	ظالم کی عیب گوئی مظلوم کے جائز ہے	۵۰
۴۷	شبہ کا ازالہ	۵۱
۴۸	اہل اللہ کو بُرا کہنے کا وبال	۵۲
۴۹	خلاصہ وعظ	۵۳

## سفر سوائے مدینہ

دیکھ لو اب مسکن خیرلانام آنے کو ہے

وہ مقام قابل صد احترام آنے کو ہے

ہوش میں آطالب صہبائے طیبہ دیکھ لے

آبشار گنبد خضریٰ کا جام آنے کو ہے

آنکھ پر نم ہے زباں پر رو ہے صل علی

یوں در آقا پہ یہ ادنیٰ غلام آنے کو ہے

اپنی خوش بختی پہ نازاں ہے غلام مصطفیٰ

عرض کرنے در پہ آقا کے سلام آنے کو ہے

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ جان بٹھا چلا ہے قافلہ

زندگی کی صبح تکمیل مرام آنے کو ہے

عمر بھر کرتے رہے جس کی تمنا اہل دل

اب جگر تھا میں کہ وہ عالی مقام آنے کو ہے

کہکشاں روشن ہے دیکھو مرکز انوار کی

جلوہ گا ہے رونق ماہ تمام آنے کو ہے

کہہ رہی ہے آج عارف یہ فضاؤں کی مہک

اب مقام رشک جنت کی مشام آنے کو ہے

مشرف علی عارف تھانوی۔ ۴ ذی الحجہ۔ ۱۴۲۵ھ

## آرزوئے مدینہ

مدینے حاضری کی آرزوؤں کا ثمر دیدے  
پہنچ جاؤں میں اڑ کر مجھ کو ایسے بال و پر دیدے

فدا کر دے براہ اشک جو خون جگر میرا  
مجھے وہ درد دل دیدے مجھے چشم تر دیدے

ترے دربار میں حاضر ہوں یہ ہے آرزو میری  
وسائل مختصر ہیں مجھ کو تو رخت سفر دیدے

ہے جب تک زندگی ہر سال حاضر ہوں ترے در پر  
تجھے مشکل نہیں یارب مجھے توفیق گر دیدے

گزاروں کوچہ جاناں میں جا کر زندگی اپنی  
جواز شہر جاناں میں مجھے بھی کوئی گھر دیدے

غبار راہ طیبہ میری آنکھوں کا بنے سرمہ  
پئے تسکین حرم کا سایہ دیوار و در دیدے

الہی التجا ہے عارف مشتاق طیبہ کی

مجھے پھر حاضری دربار کی بار دگر دیدے

مشرف علی عارف تھانوی ۱۳ اگست ۲۰۰۴ء



## مدینہ منورہ

وہ طیبہ ہے بہارِ جاں فزا ہے ہر گلی جس کی  
 امینِ نقش پائے مصطفیٰ ہے ہر گلی جس کی  
 کشش سے اپنی بے حد دلربا ہے ہر گلی جس کی  
 انوکھی خوشبوؤں سے پُر فضا ہے ہر گلی جس کی  
 در و دیوار جس کے ترجمانِ وحی ربانی  
 شہادتِ دین حق کی بر ملا ہے ہر گلی جس کی  
 جہاں کے چپہ چپہ پر سدا رحمت برستی ہے  
 مجسمِ مظہرِ جود و سخا ہے ہر گلی جس کی  
 گلی کوچوں میں جس کے ہر قدم منزل ہے عاشق کی  
 مدینہ وہ ہے پیغامِ شفاء ہے ہر گلی جس کی  
 شرابِ معرفت جس کے گلی کوچوں بٹی ہے  
 وہ ریندوں کے لئے اک میکدہ ہے ہر گلی جس کی  
 جہاں کا ذرہ ذرہ رشک صد شمس و قمر عارف  
 مجسمِ نور ہے پیہم ضیاء ہے ہر گلی جس کی  
 مشرفِ علی عارف تھا نوی ۲۴ رجب ۱۳۲۵ھ

# جامعہ دارالعلوم اسلامیہ (رجسٹرڈ) لاہور

علامہ شبیر احمد عثمانی کے ایما پر قاری سراج احمد کی قائم کردہ دین کی وہ عظیم درس گاہ ہے جو ۱۹۴۸ء سے مصروف خدمت ہے۔

اب یہاں الحمد للہ تجوید و قرأت کے ساتھ دورہ حدیث تک وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق تعلیم ہو رہی ہے۔ ادارہ کے نصاب تعلیم کو وفاق المدارس کے نصاب میں اس طرح مٹایا گیا ہے کہ طالب علم ثانویہ عامرہ کے پہلے سال میں تجوید کی روایت حفظ مکمل کر لے۔ ثانویہ خاصہ کے سال دوم کے اختتام پر اس کی سب سے قراءات مکمل ہو جائیں اور عالیہ کے دو سالوں میں عشرہ قراءات مکمل کر لے۔ اس کے بعد عالمیہ (دورہ حدیث) کا نصاب مکمل کر کے ایک طرف مکمل عالم بنے تو ساتھ ہی عشرہ کا بہترین قاری بھی ہو اور اس کو جامعہ کی اسناد و قراءات کے ساتھ وفاق المدارس کی سندت بھی مل جائیں۔ طلباء کو نظام الاوقات کا پابند کیا گیا ہے جس میں ہر کام کے لیے وقت مقرر ہے۔ سونے، جاگنے، پڑھنے، کھانے، کھیلنے اور نماز کے اوقات متعین ہیں۔

طلباء کا داخلہ انٹرویو کے ذریعہ ہوتا ہے۔ ہفت روزہ اور سالانہ امتحانات تحریری بلے جاتے ہیں۔ جبکہ سالانہ امتحان وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر انتظام ہوتا ہے۔ درس نظامی متوسط سے دورہ حدیث تک حفظ و ناظرہ و تجوید و قراءات، و عشرہ عصری علوم کی ایف اے تک تعلیم اور تحقیق و تصنیف نیز انتظامی امور کے لیے کل ایک سو دو (۱۰۲) افراد کا عملہ مصروف خدمت ہے۔

طلباء کی تعداد حفظ و ناظرہ کے درجات میں ۵۶۱ اور درس نظامی متوسط سے دورہ حدیث تک قراءات سب سے عشرہ اور تجوید للعلماء نیز تخصص فی القراءات، حفظ القرآن اکیڈمی اور دارالعلوم اکیڈمی ان تمام درجات میں ۹۸۰، اس طرح کل طلباء ۱۵۴۱ زیر تعلیم ہیں۔ ان میں سے ۷۵۲ طلباء کے قیام و طعام، نقد و وظیفہ، درسی کتب مہیا کرنے اور علاج معالجہ کی سہولت کی ذمہ داری دارالعلوم پر ہے۔ الحمد للہ درس نظامی کے سال اول سے اوپر تک تمام درجات اکثر طلباء حافظ قرآن ہیں۔ جامعہ کی طرف سے ہر ماہ ماہنامہ الامداد کے ذریعہ دینی معلومات پر مشتمل حکیم الامت حضرت تھانوی کا ایک وعظ یا علماء دیوبند کا کوئی ایک کتابچہ شائع کر کے تقسیم کیا جاتا ہے۔

ادارہ اشرف للتحقیق میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی اور ان کے ہمراہ چار ماہر علماء احکام القرآن کی تدوین کا کام مکمل کر چکے ہیں جس کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کے وصال کے بعد سے علماء جمیل الفاضلی اور بعض دوسرے تحقیقی مسائل کی تدوین و ترتیب میں مصروف ہیں۔

ہر درجہ میں نماز ظہر سے قبل امت مسلمہ کے لئے روزانہ دُعاؤں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔  
جامعہ کا کوئی سفیر چندہ کیلئے نہیں۔ نہ جمعہ و عیدین یا جلسہ کے اجتماعات میں چندہ کی اپیل کی جاتی ہے اور نہ ہی  
چندہ کے لئے مدرسہ یا مسجد میں کوئی بکس رکھا گیا ہے۔ البتہ جو احباب مدرسہ کو ماہانہ عطیات دیتے ہیں ان سے  
وصولی کے لیے محصل مقرر ہے۔ حکومت کے کسی ادارہ سے کسی قسم کی مالی امداد نہیں لی جاتی۔ اگر آپ اپنا تعاون  
خود نہ پہنچا سکیں تو مدرسہ میں اطلاع کر دیں محصل جا کر لے آئے گا۔

اس وقت ماہانہ اخراجات ساڑھے تیرہ لاکھ روپے سے زائد ہیں۔ یہ تمام مصارف محض اللہ تعالیٰ کے  
فضل و کرم سے مسلمانوں کے زکوٰۃ و صدقات اور عام عطیات سے پورے ہوتے ہیں۔  
آپ بھی اس عظیم صدقہ جاریہ میں بھر پور حصہ لے کر اپنے والدین، اعزہ اور اولاد کے لیے ذخیرہ آخرت  
فراہم کیجئے۔

الحمد للہ دارالعلوم تعلیمی، تحقیقی اور تبلیغی خدمات میں روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ اس وقت دارالعلوم سات مختلف  
جگہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ لیکن اسکے باوجود جگہ کی قلت کام میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ جس کے حل کے  
لیے شہری آبادی سے قریب تر بڑی جگہ کی تلاش جاری ہے۔ بڑی جگہ کے لیے بڑے وسائل کی بھی ضرورت یقینی  
ہے۔ ہم امید کرتے ہیں جامعہ دارالعلوم سے محبت رکھنے والے حضرات جگہ کی نشاندہی اور وسائل کی فراہمی میں  
مقدور بھر حصہ لیں گے۔

### مجلس منظمہ و مہتمم جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور

مرکزی درس گاہ ۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور فون: 5422213-5422206

1 دارالعلوم الاسلامیہ پرائیویٹ لٹریچر روڈ لاہور۔ فون: 7353728 2 دارالفلاح عباس بلاک مصطفیٰ ٹاؤن لاہور۔ فون: 5410311

3 دارالقرآن 99۔ کے جوہر ٹاؤن لاہور 4 مدرسہ فاروق اعظم گلشن راوی لاہور

5 مسجد ابو بکر راوی بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور 6 جامعہ مسجد رضا بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

7 مدرسہ منورابراہیم 8۔ جی جوہر ٹاؤن لاہور

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کے بینک اکاؤنٹ نمبر  
110- دی بینک آف پنجاب مصطفیٰ ٹاؤن برانچ 12 کریم بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور  
0110 - 557 - 7 یو۔ بی۔ ایل ٹن روڈ برانچ لاہور